Category Y

AL-HAYAT Research Journal

ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

Volume 2 Issue 4 (July-September 2025)

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار اور اس میں رُشد وہدایت کے نمایاں پہلو

Key Aspects of Gentleness and Firmness towards the Prophet ﷺ in the Holy Quran, and their Significance in Guidance and Spiritual Development

Farida Noreen
Doctoral Candidate Islamic Studies, Department of Islamic Studies, Superior University, Lahore
Visiting Lecturer Islamic Studies, University of the Education, Lahore
faridanoreen53@gmail.com, https://orcid.org/0009-0009-5486-4510

Muhammad Naimat Ullah
Doctoral Candidate Islamic Studies, Division of Islamic and Oriental Learning, Lower Mall Campus, University of Education, Lahore / Librarian, Govt. Mines Labour Welfare College For Boys, Makerwal Mianwali
Email: muhammadnaimatullah53@gmail.com, https://orcid.org/0009-0004-9412-1686

Hafiz Muhammad Abdullah
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, Lahore Garrison University Lahore /
SST, WAPDA Inter College Mangla Dam Mirpur AJK, hafizmuhammadabdullah53@gmail.com,
https://orcid.org/0009-0001-7167-8164

Abstract
This paper examines the balanced approach betweengentleness (leniency, mercy, compassion) and firmness (strictness, severity) as exemplified in the Holy Quran and the exemplary character (Seerah) of the Prophet Muhammad ﷺ. The central thesis is that both gentleness and firmness are employed contextually in the Quran and Sunnah as instruments for guidance and spiritual growth. These two approaches are not contradictory but are complementary, forming a complete and holistic methodology. The Quran and the Prophet's Seerah present a perfect equilibrium between gentleness and firmness. This balance is established according to the circumstances, the psychology of the audience, and the overarching objective. Gentleness (Rifq, Lin, Rahmah): Its purpose is to win hearts, generate love, guide to the straight path, and create an atmosphere conducive to reformation. It is primarily used with believers, common people, and those receptive to softness. Firmness (Shiddah, Ghilazah): Its purpose is to establish the truth, prevent evil, challenge the enemies of the faith, and uphold the system of justice. It is employed against disbelievers and hypocrites, and in the enforcement of divinely prescribed laws (Hudud). Examples of Gentleness: Surah Aal-e-Imran (3:159) describes the Prophet's ﷺ attributes of compassion, forgiveness, and consultation. Similarly, Surah At-Tawbah (9:128) highlights his immense affection and care for the believers. Examples of Firmness: Surah At-Tawbah (9:73) and Surah At-Tahrim (66:9) command struggle (Jihad) and firmness against disbelievers and hypocrites. Surah Al-Ma'idah (5:33-34) outlines severe legal penalties for those who spread corruption on earth. General People and Believers: The approach with them is characterized by gentleness, consultation, and invitation (Dawah). Disbelievers and Hypocrites: The approach involves a clear declaration of the truth, warning, and, when necessary, struggle and confrontation. People of the Book: Dialogue and intellectual discourse are encouraged when engaging with them. The guidance of the Quran addresses the diverse facets of human psychology, aiming to establish justice and equity in society, make the propagation of faith effective, and bring about the reformation and guidance of both the individual and the community. This guidance is comprehensive and balanced, employing gentleness and firmness appropriately according to the circumstances. Such a balance reflects a fundamental aspect of the Prophet's ﷺ exemplary character, which rendered his mission of invitation and education profoundly effective. For believers, it is essential to exercise wisdom by maintaining this balance between gentleness and firmness in accordance with the Quran and Sunnah. The paper concludes that a key feature of guidance in the Wise Quran is the establishment of this prudent equilibrium. Both gentleness and firmness are valid approaches within their respective contexts and serve as means of effective guidance. Understanding and applying this balanced, context-sensitive methodology is crucial for achieving success and spiritual growth for both individuals and society.

Keywords: Prophet's ﷺ exemplary character, leniency, mercy, compassion, gentleness, firmness, disbelievers, hypocrites

یہ مقالہ قرآن مجید اور رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ میں موجود نرمی (رُحم، لین، رافت) اور سختی (شدت، غلظت) کے درمیان متوازن رویے کا جائزہ پیش کرتا ہے۔اس کا مرکزی خیال یہ ہے کہ قرآن وسنت میں ہدایت ورشد کے لیے نرمی اور سختی دونوں کو موقع و محل کے اعتبار سے بروئے کار لایا جاتا ہے، اور یہ دونوں رویے ایک دوسرے کے متضاد نہیں بلکہ مکمل ہیں۔قرآن مجید اور نبی کریم ﷺ کی سیرت میں نرمی اور سختی کے درمیان کامل توازن پایا جاتا ہے۔یہ توازن حالات، مخاطب کی نفسیات اور مقصد کے لحاظ سے قائم کیا جاتا ہے۔نرمی کا مقصد دلوں کو موہنا، محبت پیدا کرنا، راہ راست پر لانا اور اصلاح کی فضا قائم کرنا ہے۔یہ مومنین، عام لوگوں اور نرم مزاج افراد کے ساتھ اختیار کی جاتی ہے۔سختی کا مقصد حق کو قائم کرنا، برائی کو روکنا، دشمنان دین کو للکارنا اور نظامِ عدل کو برقرار رکھنا ہے۔یہ کفار و منافقین کے مقابلے اور حدود اللہ کے نفاذ کے موقع پر اختیار کی جاتی ہے۔سورہ آل عمران (آیت 159) میں رسول اللہ ﷺ کے لیے رحم دلی، درگزر اور مشورہ کی صفات بیان کی گئی ہیں۔اسی طرح سورہ توبہ (آیت 128) میں آپ ﷺ کو امت کے لیے نہایت شفیق اور مہربان قرار دیا گیا ہے۔سورہ توبہ (آیت 73) میں کفار و منافقین کے خلاف جہاد اور سختی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔سورہ المائدہ (آیت 33-34) میں زمین میں فساد پھیلانے والوں کے لیے سخت شرعی حدود بیان کی گئی ہیں۔عام لوگ اور مومنین: ان کے ساتھ نرمی، مشورہ اور دعوت و تبلیغ کا

CC BY

طریقہ اختیار کیا جاتا ہے۔ کفار و منافقین کے ساتھ حق کے اظہار، انذار اور ضرورت پڑنے پر جہاد و مقابلے کا رویہ اپنایا جاتا ہے۔ اہل کتاب کے ساتھ مکالمہ اور عقلی دلائل کے ذریعے بات کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ دین کی تبلیغ و اشاعت کو مؤثر بنانا، معاشرے میں عدل وانصاف کا قیام، انسانی نفسیات کے مختلف پہلوؤں کو مخاطب بنانا، فرد اور معاشرے کی اصلاح وہدایت، مقالہ کے مقاصد میں شامل ہیں۔ قرآن مجید کی ہدایت جامع اور متوازن ہے، جو نرمی اور سختی دونوں کو ان کے مناسب مقام پر برتتی ہے۔ یہ توازن ہی رسول اللہ ﷺ کے اسوہ حسنہ کا ایک اہم پہلو ہے جس نے آپ ﷺ کی دعوت و تربیت کو انتہائی مؤثر بنایا۔ مومن کے لیے ضروری ہے کہ وہ حالات وواقعات کے مطابق نرمی اور سختی کے درمیان حکمت اور توازن سے کام لے، جیسا کہ قرآن وسنت سے رہنمائی ملتی ہے۔ یہ مقالہ واضح کرتا ہے کہ قرآن حکیم کی رُشد وہدایت کا ایک نمایاں پہلو نرمی اور سختی کے درمیان حکمت آمیز توازن قائم کرنا ہے۔ یہ دونوں رویے اپنے اپنے مقام پر درست اور ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ اس توازن کو سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا ہی فرد اور معاشرے دونوں کے لیے کامیابی اور رشد کا راستہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نرمی اور سختی قرآن کی روشنی میں

قرآن مجید نے رسول اللہ ﷺ کے اوصافِ حمیدہ میں جہاں صدق، امانت، شجاعت اور حکمت کو ذکر کیا ہے، وہاں نرمی اور موقع بہ موقع سختی کو بھی نمایاں کیا ہے۔ قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کے اوصافِ کریمانہ میں نرمی (رأفت ورحمت) اور سختی (شدت وجلال) دونوں کو ذکر کیا ہے۔ یہ اوصاف توازنِ نبوی اور حکمتِ دعوت کے بنیادی ستون ہیں۔ نرمی رحمت، شفقت اور اصلاحِ قلوب کا ذریعہ ہے جبکہ سختی ظلم، کفر اور بغاوت کے خاتمے کے لیے ہے۔ ان دونوں کا امتزاج رشد وہدایت کی تکمیل کرتا ہے۔ یہ دونوں اوصاف توازنِ نبوی کے مظہر ہیں، جن میں رُشد وہدایت کے عظیم اصول پوشیدہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں آپ ﷺ کی تعریف کے ساتھ نرمی اور سختی کو بیان کیا ہے بلکہ مختلف مواقع پر آپ ﷺ کو نرمی اور سختی کے بارے میں حکم فرماتے رہے ہیں۔ نرمی اور سختی کے حوالے سے قرآن پاک کی آیات درج ذیل ہیں۔

نرمی اور شفقت کا پہلو: رَءُوفٌ رَّحِيمٌ کا مصداق

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: **لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَحِيمٌ۝1**

تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری مضرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہش مند رہتے ہیں ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔

اس آیت کریمہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی شفقت ورحمت کو انتہائی مؤثر اور دلنشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ **مِنْ أَنْفُسِكُمْ** کا اسلوب اخوت اور ہمدردی کا پہلو نمایاں کرتا ہے۔ آپ ﷺ کا تعلق خود انسانی نسل سے ہونا، امت کے ساتھ آپ کے گہرے تعلق اور فطری ہمدردی کی دلیل ہے۔ **عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ**" میں استعاراتی انداز ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ امت کی کوئی تکلیف، مشقت یا گمراہی آپ ﷺ کے لیے کس قدر بھاری اور ناقابل برداشت تھی۔ **حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ**" میں آپ ﷺ کی سچی محبت اور خیر خواہی کا اظہار ہے۔ آپ ﷺ ہمیشہ امت کے لیے ہر قسم کی بھلائی اور ہدایت کے حصول کے لیے بے تاب رہتے تھے۔ **رَءُوفٌ رَحِيمٌ**" میں صیغہ مبالغہ کے ساتھ آپ ﷺ کی شفقت اور رحمت کو بیان کیا گیا ہے۔ "رَءُوف" میں محبت کی شدت اور نرم دلی کا، جبکہ "رَحِیم" میں ہمدردی اور احسان کا پہلو پایا جاتا ہے۔ یہ دونوں صفات آپ ﷺ کے کردار کا مرکزی حوالہ ہیں۔ یہ آیت کریمہ آپ ﷺ کے رحمت للعالمین ہونے کی واضح ترین تعبیر ہے، جس میں آپ کی پوری شخصیت محبت، شفقت اور امت کے لیے بے چینی کے حوالے سے سموئی ہوئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی نرمی کے لیے استعمال ہونے والے الفاظ رؤوف ورحیم کو انبیاء کرام پر آپ ﷺ کی فضیلت کو ظاہر کیا ہے تفسیر اشرفی میں ہے کہ

انبیاء کرام پر آپ کی فضیلت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ رب کریم نے اپنے کو رءوف رحیم ارشاد فرمایا اور اسی کلمہ رءوف رحیم سے اپنے حبیب کا بھی تعارف کرایا۔ اگرچہ خدا کی رافت ورحمت کی حقیقت اور ہے اور نبی کی رافت ورحمت کا مفہوم اور ہے، دونوں میں حقیقی وجوہری فرق ہے...[2] "رَءُوف" اور "رَحِیم" اسماء الٰہیہ میں سے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے لیے جمع کیا۔[3]

رسول اللہ ﷺ کی نرمی کے بارے میں سورۃ توبہ کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں کہ

رؤف مبالغہ کا صیغہ ہے اس کا معنی ہے **البالغ فی الرافة والشفقة وقال الحسین بن فضل لم یجمع اللہ لاحد من الانبیاء اسمین من اسماۂ الا للنبی محمد (صلی اللہ علیه وآله وسلم) قال عبد العزیز یحیٰ عزیز علیه ما عنتم ای لایهمه الاشانکم** : " رؤف کا معنی ہے بے حد مہربانی اور شفقت فرمانے والا۔ حسین بن فضل نے کہا: اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں کو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سوا کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا۔ عبدالعزیز بن یحییٰ فرماتے ہیں عزیز علیہ الخ کا مفہوم یہ ہے کہ حضور نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نزدیک تمہاری فلاح وبہبود کے سوا کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی۔[4] یہ آیت بتاتی ہے کہ نبی ﷺ مومنین کے ساتھ بے حد شفیق اور مہربان ہیں۔ "رَءُوف" اور "رَحِیم" دونوں اسماء الٰہیہ میں سے ہیں جنہیں اللہ نے اپنے محبوب ﷺ کے لیے جمع کیا، جیسا کہ تفسیر ضیاء القرآن میں پیر کرم شاہ الازہریؒ کے مطابق "رؤف" کا معنی ہے انتہائی شفقت ومہربانی کرنے والا، اور یہ فضیلت کسی اور نبی کو نہیں ملی۔[5]

رشد وہدایت کے لیے سختی کا پہلو: لِدِّينُ النَّصِيحَةُ کا تقاضا

اگرچہ آپ ﷺ کی اساس نرمی اور رحمت تھی، لیکن جہاں دین کے بنیادی اصولوں، شرعی حدود یا توحید کے مسئلے پر کوئی سمجھوتہ ممکن نہ تھا، وہاں آپ ﷺ کو سختی اختیار کرنی پڑی۔ یہ سختی در حقیقت رحمت کی ہی ایک شکل تھی، تاکہ لوگ گمراہی سے بچ سکیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ۝6

اے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کریم! جہاد کیجیے کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور سختی کیجیے ان پر اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔

آپ ﷺ کی سختی کفار اور منافقین سے جہاد کرنے اور سختی سے پیش آنے کا حکم الٰہی ہے۔ یہاں ایمان دشمن قوتوں کے ساتھ سختی کا حکم دیا گیا، جو عدل وتحفظِ دین کا تقاضا ہے۔ تفسیر طبری میں ہے کہ یہ سختی ظلم کے خاتمے اور باطل کے قلع قمع کے لیے تھی۔ 7 **جَاهِدِ** کا لفظ قولی، عملی اور مالی ہر طرح کی کوشش کو شامل ہے۔ یہ دین کی سربلندی کے لیے ایک فعال اور مستعد رویے کا غماز ہے۔ **وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** میں خطابیہ اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ یہ حکم دین کی حفاظت اور فتنہ کے سدباب کے لیے ایک ضری اقدام کی نشاندہی کرتا ہے۔ یہ سختی کسی ذاتی عناد کے بجائے، حق کے تقاضے اور نظامِ عدل کی ضرورت تھی۔ اس آیت کے سیاق وسباق میں یہ بات واضح ہے کہ یہ سختی انہی لوگوں کے لیے مخصوص تھی جو دشمنی اور فساد میں حد سے گزر گئے تھے اور ان کی شرارتیں معاشرے کے امن کے لیے خطرہ بن چکی تھیں۔

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں نرمی اور سختی کا جو توازن پیش کیا گیا ہے، وہ ایک کامل رہنما اور مربی کی شان کے عین مطابق ہے۔ نرمی آپ ﷺ کی بنیادی صفت تھی جو لوگوں کو دین کی طرف کھینچتی تھی، ان کے دلوں کو نرم کرتی تھی اور ان میں تبدیلی کا ذریعہ بنتی تھی۔ سختی ایک حفاظتی اور تادیبی اقدام تھی جو دین کے نظام کو بگاڑ سے بچانے، حق کو واضح کرنے اور معاشرے میں عدل قائم رکھنے کے لیے ضروری تھی۔ دونوں ہی پہلو رُشد و ہدایت کے تابع تھے۔ آپ ﷺ کی نرمی مایوس لوگوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ تھی تو سختی سرکش اور فسادی عناصر کے لیے عبرت کا سامان، تاکہ وہ راہ راست پر آسکیں۔ یہی وہ متوازن اور ہمہ گیر اسوہ ہے جسے قرآن حکیم نے ہمارے سامنے مکمل حوالہ جات کے ساتھ پیش کر دیا ہے۔

نرمی کا اظہار: "قولوا للناس حسنا" کے آئینے میں

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں نرمی اور سختی کا توازن رشد وہدایت کا بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ کا ہر قول وفعل 'حسن' کا مجسم نمونہ تھا۔ دشمنوں کے لیے بد دعا کے بجائے ہدایت کی دعا **اللھم اھدِ قومی** آپ ﷺ کے اس 'حسن قول' کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

نرمی کا اظہار: رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ کی عالمگیر صداقت

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝8**

اور (اے حبیب ﷺ!) نہیں بھیجا ہم نے آپ ﷺ کو، مگر سراپا رحمت (نرم) بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔

OPEN ACCESS
CC BY

آپ کو مبعوث فرمایا ہے اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لیے، سارے جہاں والوں کے لیے، اپنوں اور بیگانوں کے لیے، دوستوں اور دشمنوں کے لیے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمادیں۔ یہ آیت مبارکہ حضور ﷺ کے مقصد بعثت کو ایک ایسے جامع اور آفاقی عنوان میں سمودیتی ہے جس سے بڑھ کر کوئی عنوان نہیں۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ میں **ما نافیہ** استعمال ہوا ہے، جو کسی بھی دوسرے مقصد کی نفی کر دیتا ہے۔ اس سے آپ ﷺ کی بعثت کا واحد اور عظیم مقصد واضح ہوتا ہے۔ **اِلَّا رَحْمَةً** (مگر رحمت بنا کر) میں حصر (قصر) کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس کا نچوڑ، خلاصہ اور حقیقت 'رحمت' ہی ہے۔ **لِّلْعٰلَمِيْنَ** کا لفظ آپ ﷺ کی رحمت کے دائرے کو تمام مخلوقات، تمام اقوام اور تمام زمانوں تک وسیع کر دیتا ہے۔ یہ رحمت ہر اس شخص کے لیے ہے جو اسے قبول کرے، خواہ وہ مومن ہو یا بھی غیر مسلم۔

یہ آیت رشد وہدایت کا وہ زریں اصول پیش کرتی ہے کہ داعی کا دل رحمت وشفقت سے لبریز ہونا چاہیے۔ جب تک لوگوں کے دلوں میں محبت اور ہمدردی کے جذبات پیدا نہیں ہوں گے، تب تک ان کے دلوں میں ہدایت کے بیٹ نہیں پڑ سکتے۔ آپ ﷺ کی یہ رحمت ہی تھی جس نے سنگدل ترین دشمنوں کے دل بھی پگھلا دیے۔

رسول اللہ ﷺ کی نرمی کے بارے میں سورۃ انبیاء کی تفسیر میں پیر کرم شاہ الازہری تفسیر ضیاء القرآن میں فرماتے ہیں کہ

لغت میں رحمت دو چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے۔ **الرحمة۔ الوقة والتعطف۔** (الصحاح)۔ یعنی رحمت رقت اور احسان ومہربانی کے مجموعے کا نام ہے۔ علامہ راغب اصفہانی کی تشریح بیان کرتے ہوئے الرحمۃ: رقۃ تقتضی الاحسان الی المرحوم۔ یعنی رحمت اس رقت کو کہتے ہیں جو اس شخص پر احسان کرنے کا تقاضا کرے۔ جس پر رحمت کی جارہی ہے۔ پھر فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفت رحمت میں رقت نہیں کیونکہ وہ اس سے پاک ہے۔ بلکہ صرف تعطف اور احسان ہے اور کہیں صرف رقت ہوتی ہے اور یارائے احسان نہیں ہوتا۔[9] لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو رحمت جامہ یعنی رحمت کے دونوں مفہوموں سے نوازا ہے۔ پھر فرمایا حضور کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی شان رحمت سے نقاب سرکاتے ہوئے فرمایا **انما انا رحمة مهداة** یعنی میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔ ایک مرتبہ کفار کے لئے جب بددعا کرنے کی التجا کی گئی تو حضور نے فرمایا **انما بعثت رحمة ولم ابعث عذابا** یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔[10] اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے تو یہ جہان بھر کے لوگوں کے حق میں الہ کی رحمت ہے۔[11] تفسیر ضیاء القرآن کے مطابق "رحمت" رقت واحسان کا مجموعہ ہے، اور اللہ نے اپنے محبوب کو دونوں پہلوؤں سے نوازا۔[12] حضور ﷺ نے خود فرمایا **إِنَّمَا أَنَا رَحْمَةٌ مُهْدَاةٌ** ۔[13] یہ بتاتا ہے کہ نبی ﷺ کی بعثت عذاب کے لیے نہیں بلکہ رحمت کے لیے تھی۔

رُشد وہدایت کے نمایاں پہلو میں توازن کا اصول یعنی نبی ﷺ کی سیرت میں نرمی اور سختی دونوں حالات کے مطابق شامل ہیں، جو دعوت واصلاح کے لیے نمونہ ہیں۔ نبی ﷺ کی سیرت میں حکمتِ توازن یعنی نرمی اور سختی حالات کے مطابق بروئے کار آئیں، جو دعوت، اصلاح اور تحفظِ دین کا لازمی اصول ہے۔ دوسرا یہ کہ حسنِ اخلاق کی بنیاد یعنی نرمی سے دل جیتنا اور سختی سے باطل کا سدباب کرنا، قرآن کی ہدایت کا مرکزی پہلو ہے۔ تیسرا یہ کہ عدالت ورحمت کا امتزاج یعنی جہاں حق کی حفاظت کے لیے جلال ضروری ہے وہاں بندوں کی اصلاح کے لیے جمال بھی ضروری ہے۔ دعوت کے جمال میں نرمی سے دل جیتنا، حسنِ کلام، اور رحمت کا پیغام شامل ہے جبکہ دعوت کے جلال میں سختی سے اسلام دشمنوں کو روکنا شامل ہے۔ حفاظتِ حق میں بھی سختی ہے یعنی سختی سے باطل کا سدباب، دین وعدل کا قیام ضروری ہے۔ چوتھا یہ کہ **رحمة للعالمين** کا مفہوم صرف مومنین تک محدود نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہے۔ غیر مسلمین سمیت پوری انسانیت کے لیے خیر خواہی اور اصلاح ہے۔

حضرت ابو العالیہؒ رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں: "اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ لوگوں سے اچھی بات کہیں اور ان کے پسندیدہ انداز میں ان سے بحث کریں"۔[14] حضرت ابو العالیہؒ فرماتے ہیں: "لوگوں سے نرمی اور پسندیدہ انداز میں بات کرنا اور مناظرہ بھی اچھے اسلوب میں کرنا"۔[15] حضرت ابو العالیہؒ فرماتے ہیں کہ "لوگوں سے نرمی اور پسندیدہ انداز میں بات کرو اور اچھے اسلوب میں مناظرہ کرو۔"

[16] "رحمت" رقت اور احسان کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔[17] اللہ نے اپنے حبیب کو دونوں پہلوؤں سے نوازا۔ کفار کے لیے بددعا کی درخواست پر حضور ﷺ نے فرمایا: **إِنَّمَا بُعِثْتُ رَحْمَةً وَلَمْ أُبْعَثْ عَذَابًا**

18۔ تفسیر طبری: یہ سختی دین کے دشمنوں کے باطل کو ختم کرنے اور ظلم کو روکنے کے لیے تھی۔[19]

قرآن حکیم میں بیان کردہ یہ دونوں آیات رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں موجود نرمی اور رحمت کے گہرے سمندر کو ظاہر کرتی ہیں۔ **قُوْلُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا** آپ ﷺ کے طریقہ (Method) کی وضاحت کرتی ہے۔ **رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ** آپ ﷺ کے مقصدِ حیات (Mission) کو بیان کرتی ہے۔ یہی نرمی اور رحمت کا فلسفہ تھا جس نے عرب کے بت پرست اور جنگجو معاشرے کو دنیا کے سب سے مہذب اور حساس معاشرے میں تبدیل کر دیا۔ یہی وہ اسوہ ہے جسے اپنا کر ہر دور میں لوگوں کے دلوں کو ہدایت کی روشنی سے منور کیا جاسکتا ہے۔

نرمی کی عملی تصویر سورۃ آل عمران کی روشنی میں

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں نرمی اور سختی کا حکیمانہ توازن درحقیقت رشد وہدایت کا ایک زندہ وجاوید نمونہ ہے۔ قرآن حکیم نے اس توازن کو انتہائی واضح اور ادبی پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ سورۃ آل عمران کی یہ عظیم آیت اس حکیمانہ اصول کی بہترین ترجمان ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۝ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ۝20

پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لیے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے آس پاس سے تو آپ درگزر فرمایئے ان سے اور بخشش طلب کیجیے ان کے لیے اور صلاح مشورہ کیجیے ان سے کام میں اور جب آپ ارادہ کر لیں (کسی بات کا) تو پھر توکل کرو اللہ پر بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے۔

اس آیت کریمہ میں نرمی کے اظہار کو انتہائی شاندار اور جامع انداز میں پیش کیا گیا ہے، جسے درج ذیل نکات کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے جیسے نرمی کا منبع ومصدر **فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ۔** یہاں **فَبِمَا** کا کلمہ سببیت کو ظاہر کرتا ہے، جس کا مطلب ہے کسی چیز کے باعث۔ **رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ** میں اضافت اور حرف **مِن** یہ واضح کرتا ہے کہ یہ نرمی آپ ﷺ کے اندر کوئی ذاتی خوبی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی خاص رحمت اور عطا کا نتیجہ ہے۔ یہ اسوۂ رسول کی بنیاد کو ربانی قرار دیتا ہے۔ نرمی کی عملی تصویر **لِنْتَ لَهُمْ** میں پوشیدہ ہے فعل "لِنتَ" (آپ نرم ہو گئے) میں مبالغہ پایا جاتا ہے۔ یہ محض ایک عارضی رویہ نہیں، بلکہ آپ ﷺ کی شخصیت کا مستقل اور نمایاں وصف ہے۔ **لَهُمْ** (ان کے لیے) میں ضمیر جمع کے صیغے سے خطاب ہے، جو امت کے ہر فرد کو آپ ﷺ کی نرمی اور شفقت کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ نرمی کے تربیتی اثرات **وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ** میں واضح موجود ہے۔ یہاں اسلوب میں ایک فرضی حالتیہ جملہ (Conditional Clause) استعمال ہوا ہے۔ **وَلَوْ** (اور اگر آپ ہوتے) کے ذریعے ایک ایسی مفروضہ صورت حال پیش کی گئی ہے جو حقیقت نہیں تھی، مگر اس کے نتائج بتا کر موجودہ نرمی کی اہمیت کو اجاگر کیا گیا ہے۔ **فَظًّا** (کرخت گفتار) اور **غَلِيْظَ الْقَلْبِ** (سخت دل) میں ترتیب یہ ہے کہ پہلے زبان کی درشتی آتی ہے جو دل کی سختی کی علامت ہے۔ یہ داعی کے لیے ایک اہم تنبیہ ہے۔ **لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ** میں **انفَضُّوا** کا لفظ بہت زبردست ہے، جس کا مطلب ہے تتر بتر ہو جانا، منتشر ہو جانا۔ یہ لفظ اس تعلق کے ٹوٹنے اور بکھر جانے کی مکمل تصویر پیش کر دیتا ہے۔

سورۃ آل عمران کی آیت 159 نرمی کے تین اہم تربیتی پہلو پیش کرتی ہے۔ نرمی کے عملی مظاہر اور رشد وہدایت کا ثلاثی فارمولا میں غور کیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نرمی کو صرف جذبات تک محدود نہیں رکھا، بلکہ اسے عملی اقدامات میں ڈھالا ہے، جو ایک رہنما کے لیے رشد وہدایت کا بہترین نمونہ ہیں۔ **فَاعْفُ عَنْهُمْ** (پس آپ انہیں معاف کر دیا کریں) یہ قلبی ونفسیاتی پہلو ہے۔ معافی دشمنیوں کو ختم کرتی اور دلوں کو قریب لاتی ہے۔ یہ نفسیاتی علاج ہے جو کینہ اور بغض کے زہر کو ختم کرتا ہے۔ **وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ** (اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کریں) یہ روحانی واخروی پہلو ہے۔ یہ اقدام دکھاتا ہے کہ رہنما اپنے پیروکاروں کی دنیا وآخرت دونوں کی بھلائی چاہتا ہے۔ یہ روحانی تعلق کی تعمیر ہے۔ داعی اور مدعو کے درمیان اخروی رشتہ قائم ہوتا ہے۔ **وَشَاوِرْهُمْ فِي الْاَمْرِ** (اور کاموں میں ان سے مشورہ کریں) یہ اجتماعی وانتظامی پہلو ہے۔ مشورہ لوگوں کو عزت دیتا ہے، ان میں احساس ذمہ داری پیدا کرتا ہے اور انہیں نظام کا اہم حصہ بناتا ہے۔ یہ اجتماعی تربیت کا ذریعہ ہے۔ مشورہ امت میں خود اعتمادی اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرتا ہے۔ معافی دل میں ہدایت کے لیے نرمی پیدا کرتی ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

نرمی اور عزم کا توازن کو **فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ** میں بخوبی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے۔ یہ آیت کا سب سے اہم تربیتی پہلو ہے۔ یہ بتاتا ہے کہ نرمی کا مطلب بے مقصد مشاورت یا تذبذب نہیں ہے۔ **فَإِذَا عَزَمْتَ** (پس جب آپ ارادہ/فیصلہ کرلیں) مشورے کے بعد رہنما کا اپنا فیصلہ اور عزم ضروری ہے۔ "**فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ**۔ (تو اللہ پر بھروسہ کریں) یہ اس عزم کو اللہ سے وابستہ کردیتا ہے۔ یہی وہ نقطہ ہے جہاں نرمی، حکمت اور عزم کا حسین امتزاج وجود میں آتا ہے۔

سورۃ آل عمران کی یہ آیت مبارکہ رسول اللہ ﷺ کی نرمی کو محض ایک اخلاقی خوبی کے بجائے ایک مؤثر ترین تربیتی اور قیادتی حکمت عملی کے طور پر پیش کرتی ہے۔ یہ آیت ہر داعی، رہنما اور مربی کو سکھاتی ہے کہ لوگوں کے دلوں کو جیتنے، انہیں متحد رکھنے اور ان میں رشد وہدایت کے عمل کو جاری رکھنے کا راز نرمی، در گزر، خیر خواہی اور اعتماد میں پنہاں ہے۔ یہی وہ اسوہ ہے جسے اپنا کر انسانیت کو راہِ راست پر لگایا جاسکتا ہے۔

سختی کا اظہار: سورۃ آل عمران میں امتحان اور محق کا نظام

آپ ﷺ کی سیرت طیبہ میں نرمی اور سختی کا حکیمانہ توازن در حقیقت رشد وہدایت کا ایک زندہ وجاوید نمونہ ہے۔ قرآن حکیم نے اس توازن کو انتہائی واضح اور ادبی پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ایمان والوں کو باقی رکھے گا اور مٹادے گا کافروں کو میں نرمی کو ایمان والوں کے لیے اور سختی کو کافروں کے لیے مخصوص کردیا۔

وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ۞21 ''اور اس لیے کہ نکھار دے اللہ تعالیٰ اُنھیں جو ایمان لائے اور مٹادے کافروں کو۔ ''

آیت 141 میں دو اہم اصطلاحات ہیں جو سختی کے نظام ہدایت کو واضح کرتی ہیں۔ "**لِيُمَحِّصَ**" (تا کہ پاک کرے) یہ فعل تخلیص سے ہے جس کا کام ہے 'پاک کرنا'، 'صفائی کرنا'۔ · یہ امتحانات کے ذریعے مومنوں کے ایمان کی کسوٹی ہے۔ مصیبتوں کے ذریعے مومن کے اندر کے خالص ایمان کو نکھارنا۔ "**وَيَمْحَقَ**" (اور نیست ونابود کردے) یہ فعل محق سے ہے جس کا کام ہے بالکل ختم کردینا۔ یہ کافروں کے لیے تدریجی تباہی کا نظام ہے۔ یہ محض عذاب نہیں بلکہ ان کے باطل نظام کا خاتمہ ہے۔

سورۃ آل عمران کی زیر بحث آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کا ایک اہم فلسفہ بیان فرمایا ہے جو نرمی اور سختی کے توازن کو سمجھنے کے لیے بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ **وَلِيُمَحِّصَ** میں **لام** یہاں تعلیل (سبب بتانے) کے لیے ہے، جو مصیبتوں کے فلسفے کو واضح کرتا ہے۔ یہ اسلوب بتاتا ہے کہ دنیا میں آنے والی آزمائشیں بے مقصد نہیں، بلکہ ان کے پیچھے اللہ کی حکمت کارفرما ہے۔ ادبی تضاد کا حسن **يُمَحِّصَ – يَمْحَقَ** میں **يُمَحِّصَ** (پاک کرنا) اور **يَمْحَقَ** (نابود کرنا) میں ادبی تضاد پایا جاتا ہے۔ · یہ تضاد ایمان و کفر کے انجام کے بنیادی فرق کو نمایاں کرتا ہے۔ فعل "**يُمَحِّصَ**" مجہول کے صیغے میں ہے، جو یہ ظاہر کرتا ہے کہ یہ عمل اللہ کی جانب سے ہے اور مومن اس عمل کے تحت ہے۔ لفظ **تَمْحِيص** میں **مَحْص** سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں ۔ پاک کرنا، صفائی کرنا، خالص کرنا۔ سونے کو آگ میں تپا کر خالص کرنے کے عمل کو **تمحیص** کہتے ہیں۔ اس کا مفہوم ہے: آزمائشوں کے ذریعے ایمان کی خلوصیت کو ظاہر کرنا اور نفاق کے زنگ کو دور کرنا۔ لفظ **مَحْق** کے معنی ہیں 'بالکل ختم کردینا'، 'نقصان پہنچانا'، 'برباد کرنا'۔ · یہ تدریجی بربادی اور نیست و نابود ہونے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ یہ آیت غزوہ احد کے واقعے کے بعد نازل ہوئی، جب مسلمانوں کو سخت آزمائش سے گزرنا پڑا۔ اس سیاق میں یہ آیت مسلمانوں کے لیے تسلی اور کافروں کے لیے انتباہ کا درجہ رکھتی ہے۔

سورۃ آل عمران کی یہ آیت 141 ہمیں سکھاتی ہے کہ مومن کے لیے آزمائش پاکیزگی کا ذریعہ ہے۔ کافر کے لیے مہلت تدریجی بربادی کا پیش خیمہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جدوجہد میں نرمی اور سختی دونوں حکمت کے تابع تھے۔ اللہ کا نظام ہمیشہ چھانٹ اور پاکیزگی پر مبنی ہے۔ یہی وہ رشد وہدایت ہے جو ہمیں زندگی کے نشیب و فراز میں راہنمائی فراہم کرتی ہے۔ رشد وہدایت کے پہلو میں یہ آیت ہمیں امتحان کا فلسفہ کے بارے میں آگاہ کرتی ہے۔ آیت بتاتی ہے کہ مصیبتیں مومنوں کے لیے "پاکیزگی" کا ذریعہ ہیں۔ · جس طرح سونا آگ میں تپ کر خالص ہوتا ہے، اسی طرح مومن آزمائشوں سے گزر کر پاکیزہ ہوتا ہے۔ یہ آیت نفاق کے خاتمے کا عمل کی بھی وضاحت کرتی ہے **تمحیص** کا عمل منافقین کو مومنین سے الگ کرتا ہے۔ یہ امت میں سے کھوٹ کو نکال باہر پھینکنے کا ذریعہ ہے۔ یہ آیت تدریجی عذاب کا نظام کو بھی واضح کرتی ہے۔ · **مَحْق** کا عمل فوری عذاب نہیں، بلکہ تدریجی بربادی ہے۔ یہ کافروں کو توبہ کا موقع دینے کے فلسفے پر مبنی ہے۔ یہ آیت نرمی اور سختی کا توازن بھی بتاتی ہے۔ یہ آیت رسول اللہ ﷺ کے لیے سختی کے حکیمانہ پہلو کو واضح کرتی ہے۔ · بعض اوقات سختی در حقیقت رحمت ہوتی ہے، جیسے کسان کا کھیت میں خراب پودوں کو اکھاڑ پھینکنا۔

سورۃ آل عمران کی ان آیات 141 ,159 میں قرآن حکیم ہمارے سامنے ہدایت کا ایک مکمل نقشہ پیش کرتا ہے۔ نرمی کے دائرہ میں عام حالات میں بنیادی اصول، عام لوگوں اور خطاکاروں کے ساتھ رویہ، دعوت و تبلیغ کا طریق کار شامل ہیں جبکہ سختی کے دائرہ: میں صولوں کی پامالی پر، نظام فساد کے خلاف، امتحان اور چھانٹی کے قانون کے تحت شامل ہیں۔ سورۃ آل عمران کی ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کا جو توازن بیان ہوا ہے، وہ در حقیقت ربانی تربیت کا ایک کامل نظام ہے۔ نرمی کے ذریعے آپ ﷺ دلوں کو موہ لیتے تھے اور سختی کے ذریعے حق کو قائم رکھتے تھے۔ یہی وہ اسوۂ حسنہ ہے جو امت کو رشد وہدایت کی راہ دکھاتا ہے- نرمی میں ضعف نہیں اور سختی میں تشدد نہیں، بلکہ دونوں حالات میں حکمت اور توازن کارفرما ہوتا ہے۔ یہی روش ہر مصلح اور داعی کے لیے مشعل راہ ہے کہ وہ اپنے مخاطبین کے ساتھ نرمی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے، لیکن اصولوں کی حفاظت میں ثابت قدم رہے۔

آپ ﷺ کی سختی ڈرانے والے الفاظ سے:

آپ ﷺ کی بعثت کے عالمگیر پیغام کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح بیان فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ **تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا**۞ 22

بڑی (خیرو) برکت والا ہے وہ جس نے اتارا ہے الفرقان اپنے (محبوب) بندہ پر تاکہ وہ بن جائے سارے جہان والوں کو (غضب الٰہی سے) ڈرانے والا (سختی کو واضح کرنے والا)

لفظ **نذیر** میں سختی کے پہلو عیاں ہیں۔ لفظ **نذیر** انذار اور ڈرسنانے والے کے معنی میں ہے جس میں درج ذیل ادبی اور معنوی نکات پوشیدہ ہیں۔ انذار کے مفہوم میں خطرے سے آگاہ کرنے کا element پایا جاتا ہے، جو اپنی نوعیت میں ایک پر عزم اور دوٹوک انداز کا متقاضی ہے۔ **لِلْعَالَمِينَ** اور **كَافَّةً لِلنَّاسِ** کے الفاظ میں رسالت محمدیہ ﷺ کی عالمگیریت اور جامعیت پنہاں ہے۔ علم و معرفت کے element کے مطابق **وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ** میں رشد وہدایت کا وہ پہلو ہے کہ لوگ حقائق سے ناواقفیت کی بنا پر رسول ﷺ کے بشیر ونذیر ہونے کا انکار کرتے ہیں۔

آپ ﷺ کے لیے خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے الفاظ سے نرمی اور سختی کا قرآنی توازن:

قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کے کردار میں نرمی اور سختی کا ایک متوازن اور حکیمانہ اسلوب پیش کیا ہے۔ نذیر کے کردار میں پائی جانے والی سختی در حقیقت ربانی شفقت کا اظہار ہے، کیونکہ ڈرانا بھی محبت ہی کا ایک تقاضا ہے جب کوئی شخص خطرے کی زد میں ہو۔ یہی قرآن حکیم کا ادبی اعجاز اور رشد وہدایت کا بے مثال نمونہ ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَاۗفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۞23

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر تمام انسانوں کی طرف بشیر (نرمی کی طرف اشارہ ہے خوشخبری دینے والا) اور نذیر (سختی کی طرف اشارہ ہے عذاب سے ڈرانے والا) بنا کر لیکن (اس حقیقت کو) اکثر لوگ نہیں جانتے

اس آیت میں توازن کا ادبی اسلوب بیان کیا۔ اللہ تعالیٰ نے "**بشیر**" اور "**نذیر**" کو ایک ساتھ رکھ کر ایک ادبی توازن قائم کیا ہے۔ بشیر میں نرمی، رحمت اور امید کے پہلو ہیں جبکہ نذیر میں عذاب، وعید اور سختی کے اشارے ہیں۔ یہ سختی عدل وحق کی سختی ہے، نہ کہ ظلم و تشدد کی۔ جیسے ایک ڈاکٹر مریض کو خطرناک بیماری سے بچنے کے لیے سخت احکام دیتا ہے۔ ان آیات میں رسول اللہ ﷺ کے کردار کے دونوں پہلوؤں کو یکجا کیا گیا ہے۔ **بشیرًا** کے تحت ایمان و عمل صالح کرنے والوں کے لیے جنت کی بشارت (نرمی اور ترغیب) دی گئی ہے۔ **نذیرًا** کے تحت کفر و معصیت پر اصرار کرنے والوں کے لیے عذاب کی وعید (سختی اور تنبیہ) سنائی گئی ہے۔

CC BY

قرآن حکیم نے رسول اللہ ﷺ کے کردار کو ایک متوازن شاہکار کے طور پر پیش کیا ہے جہاں مومنین کے لیے شفقت ورحمت کا پہلو غالب ہے۔ کفار ومنافقین کے مقابلے میں عزیمت واستقامت کا عنصر نمایاں ہے۔ دعوت وتبلیغ میں حکمت وموعظہ حسنہ کی روش اپنائی گئی ہے۔ تربیتی عمل میں تدریج اور نفسیات کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے۔ یہ توازن ہی در حقیقت آپ ﷺ کی رشد وہدایت کی تکمیل کا راز ہے، جس نے ایک طرف توأمت کو شفقت کی چادر میں لپیٹا تو دوسری طرف حق کے تقاضوں پر سمجھوتہ کیے بغیر دین کی حفاظت کی۔ اللہ تعالی ہمیں بھی نرمی اور سختی کے درمیان قرآن وسنت کی بتائی ہوئی شاہراہ پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھیوں کی نرمی اور سختی سُورۃ الفتح میں:

آپ ﷺ کے نام محمد ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی نرمی اور سختی کو واضح کیا ہے کہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَي الْكُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا ۡ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ۭ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۖ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ڔ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰي سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ۭ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِيْمًا ۝ 24

(جان عالم) محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ (سعادتمند) جو آپ کے ساتھی ہیں کفار کے مقابلہ میں سخت (بہادر اور طاقتور) ہیں۔ آپس میں بڑے نرم دل (رحم دل) ہیں تو دیکھتا ہے انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے کبھی سجدہ کرتے ہوئے طلب گار ہیں اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے۔ ان (کے ایمان وعبادت) کی علامت ان کے چہروں پر سجدہ کے اثر سے نمایاں ہے یہ ان کے اوصاف تورات میں (مذکور) ہیں۔ نیز ان کی صفات انجیل میں بھی (مرقوم) ہیں۔ (یہ صحابہ) ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے نکالا اپنا پٹھا۔ پھر تقویت دی اس کو پھر وہ مضبوط ہو گیا پھر سیدھا کھڑا ہو گیا اپنے تنے پر (اس کا جوبن) خوش کر رہا ہے بونے والوں کو تا کہ (آتش) غیظ میں جلتے رہیں انہیں دیکھ کر کفار اللہ نے وعدہ فرمایا ہے جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرتے رہے ان سے مغفرت کا اور اجر عظیم کا۔

مُعارف الفُرقان میں مولانا عبدُالقیوم قاسمی صاحب اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ **محمد رسول اللہ**: اس میں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اور اہل ایمان کے لئے تسلی اور ان کے اوصاف وکمالات کا ذکر کیونکہ جب حدیبیہ کے مقام میں صلح نامہ تیار کیا گیا اس میں '' بسم اللہ '' کے بعد '' محمد رسول اللہ '' تھا کفار نے کہا ہم آپ کو اللہ کا رسول نہیں جانتے، اس کو مٹا دو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علی (رض) سے فرمایا مٹا دو۔ حضرت علی (رض) نے عرض کیا آقا یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا پھر آپ نے خود مٹا دیا کیونکہ صلح کرنی مقصود تھی جنگ مقصود نہ تھی اس کے مٹانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرما دیا '' محمد رسول اللہ '' جو قیامت تک کبھی نہ مٹے گا محمد تو اللہ کے رسول ہیں۔ **والذین معه اشدآء علی الکفار رحمآء بینهم** : اوصاف وکمالات اصحاب رسول ﷺ: آپ کے ساتھ مقدس لوگوں کی جماعت ہے وہ خدا کے دشمنوں پر سخت ہیں ان سے نہیں دبتے **اشداء علی الکفار** میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔[25] حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں یہاں سے صحابہ کرام (رض) کے صفات بیان ہو رہے ہیں۔ **اشدآء علی الکفار رحمآء بینهم** میں صحابہ کے کمال ایمان کی طرف اشارہ ہے۔ ابو عروہ الزبیری (رض) جو حضرت زبیر (رض) کی اولاد میں سے ہیں، فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ حضرت مالک بن انس (رح) کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران ایک شخص کا تذکرہ ہونے لگا جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے صحابہ (رض) سے بغض رکھتا تھا تو مالک بن انس (رض) نے یہ آیت تلاوت کی۔ یہ آیت دو متوازن صفات بیان کرتی ہے کفر کے مقابل میں شدت، اور اہل ایمان کے ساتھ رحمت۔ تفسیر قرطبی میں سورۃ فتح کی آخری آیت کے بارے میں ہے کہ یہ آیت اسلام کے عدل ورحمت کے جامع اصول کا خلاصہ ہے کفر کے مقابل سختی اور ایمان والوں کے ساتھ رحمت کا رویہ رکھنا کا حکم ہے۔[26]

اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالی نے امت مسلمہ کے کردار کا ایک زندہ، ایک جامع اور متوازن نقشہ پیش فرمایا ہے جس میں نرمی اور سختی کے درمیان حکیمانہ توازن قائم کیا گیا ہے۔ سختی کے پہلو کے مطابق **وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ** کے الفاظ میں وہ عظیم حقیقت بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھی کافروں کے مقابلے میں نہایت سخت اور ثابت قدم ہیں، یہ سختی در حقیقت اصولوں اور عقیدے کی حفاظت کے لیے ایک ناگزیر تقاضا ہے۔ **أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ**" (کافروں پر سخت ہیں) میں سختی کے پہلو میں یہ سختی اصول کی سختی ہے، کمزوری کی نہیں ہے، دین کے تحفظ اور حق کی سربلندی کے لیے ضروری ثابت قدمی کی سختی ہے۔ دشمنان اسلام کو اسلام کی عظمت کا احساس دلانے کا اسلوب کو واضح کرنے کا اسلوب ہے۔ نرمی کے پہلو کے مطابق **رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ** کے کلمات میں باہمی رحم دلی اور نرم خوئی کا وہ پہلو نمایاں کیا گیا ہے جو مسلم معاشرے کی اساس ہے، کیونکہ مومنین کے درمیان شفقت ومحبت ایمانی اخوت کا لازمی تقاضا ہے۔ یہی باہمی شفقت ومحبت ایمان کا تقاضا کے ساتھ اخوت اسلامی کا عملی اظہار اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کا پر تو ہے۔

اس آیت میں رشد وہدایت کے متعدد درخشاں پہلو نمایاں ہیں جو امت مسلمہ کے لیے مشعل راہ ہیں۔ رشد وہدایت کے نمایاں پہلو میں عبادت کی کثرت عیاں ہے جس میں **تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا** رکوع وسجود کی کثرت، **يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا** اللہ کے فضل ورضا کی طلب اور یہ ایمان کی صحت اور روحانی تربیت کی علامت شامل ہیں۔ عبادت کی کثرت کی وضاحت کی گئی۔ **تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا** کے فقرے میں امت کی روحانی زندگی کا مرکزی نکتہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ ہمہ وقت رکوع وسجود میں مشغول رہتے ہیں اور ان کی ساری کوششیں محض اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے حصول کے لیے ہیں۔ عبادت کے ظاہری اثرات کو عیاں کیا گیا ہے۔ عبادت کے اثرات کی علامات **سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ** سجدوں کے نورانی اثرات چہروں پر نمایاں اور عبادت کی برکتوں کا ظاہری اظہار ہے اور یہ باطنی نور کا ظاہری چہرے پر عکس بھی ہے اور یہ ان کی باطنی طہارت اور روحانی نشو ونما کا ظاہری اظہار ہے۔ تورات وانجیل میں صحابہ کرامؓ کی توصیف موجود ہے۔ اس امت کی صفات کا تذکرہ اور اسلام کی عالمگیریت اور سابقہ انبیاء کی تصدیق کا ثبوت پچھلی تمام آسمانی کتابوں میں موجود ہے۔ تورات وانجیل میں بیان کی گئی توصیف کو بیان کیا گیا ہے۔ "**ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ ۚ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ**" کے فقرے میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ پچھلی آسمانی کتابوں میں بھی اس امت کی صفات وخصوصیات کا تذکرہ موجود ہے، جو اسلام کی عالمگیریت اور سابقہ انبیاء کی تصدیق کا زندہ ثبوت ہے۔ ادبی بلاغت کے شاہکار نمونے قرآن حکیم میں امت کی توصیف کو سماوی کتب سے واضح کیا گیا۔ اس آیت میں قرآن حکیم کے ادبی اعجاز کے متعدد پہلو جلوہ گر ہیں جو اس کی الہامی حیثیت پر دلالت کرتے ہیں۔

زرعی تمثیل کا ادبی شاہکار کو قرآن کی اس آیت بہترین انداز سے بتایا گیا ہے جیسے "**كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ**" کے الفاظ میں کھجور کے پودے کی نہایت خوبصورت تمثیل کے ذریعے مسلمانوں کی ترقی اور نشو ونما کے مراحل کو بیان کیا گیا ہے، یہ تمثیل امت مسلمہ کے بتدریج ارتقاء، استحکام اور عظمت کی طرف سفر کی مکمل عکاسی کرتی ہے۔ کھجور کے پودے کی تمثیل میں مسلمانوں کی ترقی کی داستان اور بتدریج نشو ونما کے ساتھ استحکام اور عظمت کی طرف سفر اور **يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ** کسانوں کو حیران کر دینے والی نمو کو بیان کیا گیا ہے۔ غیظ وغضب کے مقصد کو بیان کرتے ہوئے **لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ** کے فقرے میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کی ترقی اور کامیابی کا ایک مقصد کافروں کو غیظ وغضب میں مبتلا کرنا بھی ہے، کافروں کے غیظ وغضب کو مسلمانوں کی عظمت کا پیمانہ بنایا ہے۔ حق کی سربلندی کا یقینی نتیجہ بنایا ہے کیونکہ حق کی سربلندی باطل پرستوں کے لیے ہمیشہ باعث اذیت رہی ہے۔ تربیتی نتائج اور الٰہی وعدہ کو آشکار کیا گیا ہے۔ آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ کے وعدے نے اس پوری تصویر کو مکمل کر دیا ہے۔ **وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا** کے الفاظ سے مغفرت اور عظیم اجر کا وعدہ کیا ہے۔ عبادت اور جہاد کے درمیان مکمل ہم آہنگی کے ساتھ دشمن کے مقابلے میں اتحاد واتفاق اور آپس میں محبت کا فلسفہ کو بیان کیا گیا ہے۔ ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ کرنے والوں کے لیے مغفرت اور عظیم اجر کا وعدہ فرما کر اس پوری تربیتی کا حتمی نتیجہ بیان فرما دیا ہے۔

یہ آیت کریمہ در حقیقت "نرمی اور سختی" کے قرآنی فلسفے کا مکمل دستور العمل پیش کرتی ہے۔ اس میں مسلمانوں کے لیے ایک متوازن شخصیت کا نقشہ ہے جہاں دشمن کے مقابلے میں ڈٹ جانا ہے۔ اپنوں کے ساتھ نرم دماغی ہے۔ جس میں دشمن کے مقابلے میں ثابت قدمی اور اپنوں کے ساتھ شفقت ومحبت کا حسین امتزاج پیش کیا گیا ہے، یہ آیت مبارکہ در حقیقت مسلم شخصیت کے متوازن تصور کی مکمل عکاس ہے، عبادت سے روحانی غذا حاصل کرنا ہے۔ ساتھ ہی عبادت کی کثرت اور روحانی ترقی کے ذریعے فرد اور معاشرے کی تکمیل کا راستہ دکھایا گیا ہے، اور آخر میں اللہ کے وعدوں پر یقین رکھنا ہے۔ اللہ کے وعدے نے اس سارے پروسس کو دائمی کامیابی سے ہمکنار کر دیا ہے۔ یہی قرآن حکیم کی رشد وہدایت کا عظیم الشان پہلو ہے جس نے تاریخ میں امت مسلمہ کو عظمت ورفعت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس قرآنی نمونے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مخصوص نرمی پر غلبہ کا وعدہ:

ولایت اور نصرت کا قرآنی تصور اور غلبے کا الٰہی وعدہ کے ساتھ سُورۃ المائدہ میں نرمی اور سختی کو اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی مدد کے ساتھ مخصوص کیا جا رہا ہے۔

OPEN ACCESS
CC BY

وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ۝27

اور یادر کھو جس نے مدد گار بنایا اللہ کو اور اس کے رسول کریم کو اور ایمان والوں کو (تو وہ اللہ کے گروہ سے ہیں) اور بلاشبہ اللہ کا گروہ ہی غالب آنے والا ہے۔

وَمَن يَتَوَلَّ للّٰهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا کے فقرے میں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کے لیے ولایت اور دوستی کے اس اصول کو واضح فرمایا ہے کہ ہر مومن کو اللہ، اس کے رسول ﷺ اور اہل ایمان سے کامل وابستگی اور دوستی رکھنی چاہیے۔**فَإِنَّحِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغَالِبُونَ** کے کلمات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حزب یعنی اپنے گروہ کے لیے غلبے اور کامیابی کا قطعی وعدہ فرمایا ہے، یہ وعدہ درحقیقت مومنین کے لیے ایک عظیم روحانی طاقت اور یقین کا سرچشمہ ہے۔

سُورۃ الانفال میں اللہ کریم نرمی اور سختی کے ساتھ حق کو ثابت کر دینے اور باطل کو مٹا دینے کی اپنی چاہت کو اپنے آیات سے واضح کر رہا ہے۔

وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ۝28

اور اللہ چاہتا ہے کہ حق کو حق کردے اپنے ارشادات سے اور کاٹ دے کافروں کی جڑ۔ تاکہ ثابت کردے حق کو اور مٹادے باطل کو اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) عادی مجرم۔

وَيُرِيدُاللّٰهُ أَن يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ" کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے اس اٹل ارادے کا اظہار ہے کہ وہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو سربلند و غالب کرے گا، چاہے اس کے لیے کتنی ہی آزمائشوں اور مشکلات سے گزرنا پڑے۔**وَيَقْطَعَدَابِرَ الْكَافِرِينَ** کے فقرے میں کافروں کی جڑ کاٹ دینے کے اللہ کے عزم کا اظہار ہے، یہ اس بات کی واضح نشانی ہے کہ باطل چاہے کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو جائے، اس کا انجام نیست و نابود ہی ہوتا ہے۔**لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ**" کے کلمات میں حق و باطل کی اس عالمگیر کشمکش کے حتمی نتیجے کو بیان کیا گیا ہے جس میں حق کی سربلندی اور باطل کی شکست یقینی اور لازمی ہے۔**وَلَوْكَرِهَ الْمُجْرِمُونَ** کے فقرے میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ حق کی سربلندی مجرمین اور باطل پرستوں کو ہمیشہ ناگوار گزرے گی، لیکن ان کی ناراضگی اور مخالفت حق کے راستے میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

ان آیات میں مومنین کے لیے نرمی اور شفقت کا پہلو اس طرح نمایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا حزب قرار دے کر ان کے غلبے اور کامیابی کا وعدہ فرمایا ہے، جو درحقیقت ان کے لیے بے پناہ روحانی تسلی اور طاقت کا باعث ہے۔ سختی کا پہلو کافروں اور مجرمین کے مقابلے میں واضح ہے، جہاں اللہ تعالیٰ نے ان کی جڑ کاٹ دینے اور ان کے باطل کو نیست و نابود کر دینے کا اعلان فرمایا ہے، چاہے انہیں یہ کتنا ہی ناگوار کیوں نہ گزرے۔

رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو میں یقین اور اعتماد کی تربیت کے ساتھ حق و باطل کی پہچان اور ثابت قدمی کا درس دیا جارہا ہے۔ ان آیات میں مومنین کے دل میں یقین اور اعتماد کی تربیت کا پہلو نمایاں ہے کہ وہ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اس کا حزب ہمیشہ غالب رہے گا۔ ان آیات میں حق و باطل کی واضح پہچان کرائی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ ان دونوں کے درمیان کوئی وسطی راستہ نہیں ہے، حزب اللہ اور حزب الشیطان۔ ان آیات میں مومنین کو ثابت قدمی کا درس دیا گیا ہے کہ وہ حق کی راہ میں ہر قسم کی مخالفت اور ناگواری کے باوجود ڈٹے رہیں، کیونکہ انجام کار انہی کی کامیابی ہے۔ یہ آیات کریمہ درحقیقت مومنین کے لیے نرمی اور شفقت کے ساتھ ساتھ کافروں کے مقابلے میں سختی اور ثابت قدمی کا ایک متوازن تصور پیش کرتی ہیں، جس میں رشد و ہدایت کے وہ تمام پہلو موجود ہیں جو فرد اور معاشرے کی صحیح تربیت کے لیے ضروری ہیں، اور یہ قرآن حکیم کی اس عظیم حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ حق ہمیشہ سربلند رہے گا اور باطل ہمیشہ شکست کھائے گا۔

نرمی کی جماعت حزب اللہ اور سختی کی جماعت کو حزب الشیاطین قرار دینا

اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗۤ اُولٰٓئِكَ فِي الْاَذَلِّيْنَ۝ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْۤا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝29

قابو کر لیا ہے ان پر شیطان نے پھر بھلا دی ان کو اللہ کی یاد وہ لوگ ہیں گروہ شیطان کا سنتا ہے جو گروہ ہے شیطان کا وہی خراب ہوتے ہیں۔ بیشک جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ زلیل ترین لوگوں میں شمار ہوں گے۔ اللہ نے یہ لکھ دیا ہے کہ میں اور میرے رسول ضرور غالب آکر رہیں گے بیشک اللہ تعالیٰ طاقتور اور زبردست ہے۔ تو ایسی قوم نہیں پائے گا جو ایمان رکھتی ہو اللہ اور قیامت پر (پھر) وہ محبت کرے ان سے جو مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی خواہ وہ (مخالفین) ان کے باپ ہوں یا ان کے فرزند ہوں یا ان کے بھائی ہوں یا ان کے کنبہ والے ہوں یہ وہ لوگ ہیں نقش کر دیا ہے اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان اور تقویت بخشی ہے انہیں اپنے فیض خاص سے اور داخل کرے گا انہیں باغوں میں رواں ہیں جن کے نیچے نہریں وہ ہمیشہ رہیں گے ان میں اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان سے اور وہ اس سے راضی ہو گئے۔ یہ (بلند اقبال) اللہ کا گروہ ہیں۔ سن لو! اللہ تعالیٰ کا گروہ ہی دونوں جہانوں میں کامیاب و کامران ہے۔

شیطانی حزب کی صفات اور انجام بتلاتے ہوئے شیطانی تسلط کی حقیقت کو آشکار کیا جیسا کہ **اِسْتَحْوَذَعَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ** کے فقرے میں شیطان کے مکمل تسلط اور غلبے کی ایک ایسی تصویر پیش کی گئی ہے جس میں انسان اپنی مرضی اور اختیار کھو کر شیطان کا پورا مطیع و منقاد بن جاتا ہے، یہ وہ روحانی غلامی ہے جو انسان کو اس کی انسانی عظمت سے محروم کر دیتی ہے۔ ذکر الٰہی کی محرومی کو بھی واضح کیا ہے **فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ** کے کلمات میں اس عظیم خسارے کی طرف اشارہ ہے کہ شیطان کا تسلط انسان کو اللہ کے ذکر سے اس قدر غافل کر دیتا ہے کہ وہ اپنے خالق و مالک کو بھلا بیٹھتا ہے، اور یہی روحانی موت کی اصل علامت ہے۔**أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ** کے فقرے میں شیطانی حزب کے انجام خیز خسارے کا اعلان اس طرح کیا گیا ہے کہ یہ خسارہ محض دنیاوی نہیں بلکہ اخروی اور ابدی ہے، جو ان کی تمام تر کوششوں اور محنتوں کو ناکام و نامراد بنا دیتا ہے۔

الٰہی حزب کی صفات اور کامیابی کو ایمانی عزم و استقامت سے، قلبی ایمان اور روحانی تائید سے اور جنت کا وعدہ اور الٰہ العالمین کی رضامندی ملنے والی کامیابی کے اعلان سے بیان کیا ہے۔**لَّا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ** کے طویل فقرے میں اس عظیم ایمانی حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ حزب اللہ کے افراد کے دل میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت اس قدر غالب ہوتی ہے کہ وہ اللہ اور رسول کے دشمنوں سے چاہے وہ ان کے قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں، کوئی محبت و دوستی نہیں رکھ سکتے۔**أُولَٰئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ** کے کلمات میں ان مومنین کے قلوب میں ایمان کی ثبت اور اللہ کی طرف سے روحانی تائید و نصرت کا ذکر ہے، جو درحقیقت ان کی روحانی طاقت اور ثابت قدمی کا راز ہے۔**وَيُدْخِلُهُمْجَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ** کے فقرے میں حزب اللہ کے افراد کے لیے جنت کی بشارت اور اللہ کی رضامندی کا اعلان ہے، جو ان کی تمام تر جدوجہد اور قربانیوں کا حتمی اور حسین ترین نتیجہ ہے۔**أَلَا إِنَّ ۚحِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ** کے فقرے میں حزب اللہ کے لیے فلاح و کامیابی کے حتمی اعلان کے ساتھ اس ساری بحث کو ایک پرامید اور پراعتماد انجام تک پہنچایا گیا ہے۔

ان آیات میں سختی کا پہلو اس طرح نمایاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطانی حزب کے خلاف نہایت سخت اور دوٹوک انداز اختیار فرمایا ہے، اور ان کے خسارے کا اعلان کر کے مومنین کو ہر قسم کی شیطانی قوتوں کے مقابلے میں ثابت قدم رہنے کا درس دیا ہے۔ نرمی کا پہلو حزب اللہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے خصوصی رحم و کرم اور ان کے لیے جنت کے وعدوں میں واضح طور پر نظر آتا ہے، جو مومنین کے لیے بے پناہ تسلی و طمانیت اور روحانی قوت کا باعث ہے۔

رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو کو حق و باطل کی واضح تقسیم، اخروی کامیابی کی ترغیب اور روحانی بصیرت کی تربیت سے واضح کیا گیا ہے۔ ان آیات میں حق و باطل کی اس واضح تقسیم کے ذریعے رشد و ہدایت کا ایک اہم پہلو سامنے آتا ہے کہ انسان کے سامنے دو راستے ہیں: حزب اللہ یا حزب الشیطان، اور اسے اپنے لیے ان میں سے ایک راستہ اختیار کرنا ہے۔ ان آیات میں دنیاوی مفادات کے بجائے اخروی کامیابی اور اللہ کی رضامندی کو مرکز و محور بنایا گیا ہے، جو درحقیقت انسان کی حقیقی کامیابی کی ضمانت ہے۔ ان آیات میں مومنین کی روحانی بصیرت کی تربیت اس طرح کی گئی ہے کہ وہ ظاہری رشتوں اور تعلقات کے بجائے ایمان و عقیدے کو اپنے تعلقات کی بنیاد بنائیں۔ سورۃ المجادلہ کی یہ آیات درحقیقت نرمی اور سختی کے قرآنی اسلوب کا ایک شاندار نمونہ پیش کرتی ہیں، جہاں ایک طرف شیطانی قوتوں کے خلاف نہایت سخت اور بے لاگ انداز اختیار کیا گیا ہے، تو دوسری طرف اہل ایمان کے لیے نرمی، شفقت اور بے پایاں رحمت کا اظہار کیا گیا ہے، اور یہی وہ متوازن راستہ ہے جو انسان کو رشد و ہدایت کی منزل تک پہنچاتا ہے۔

نرمی اور سختی کو اللہ کا اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی صفات کے ساتھ مخصوص کرنا:

CC BY

سُورۃ المائدہ میں نرمی اور سختی کو اللہ نے اپنی اور اپنے محبوب ﷺ کی صفات کے ساتھ واضح کیا ہے کہ رسول کا کام ہے صرف پیغام لوگوں تک پہنچا دینا ہے اللہ کا کام ہے کسی پر نرمی کرتے ہوئے ہدایت عطا فرمادے اور کسی پر سختی کرتے ہوئے سخت عذاب دُنیا و آخرت میں مخصوص کردے یہ اُس کی مرضی ہے

> اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ مَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ۭوَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ۞30

خوب جان لو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا (بھی) ہے اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم (بھی) ہے۔ نہیں ہمارے رسول پر کوئی ذمہ داری سوائے پیغام پہنچانے کے۔ اور اللہ جانتا ہے جو تم ظاہر کر رہے ہو اور جو چھپا رہے ہو۔

شَدِيْدُ الْعِقَابِ یہاں **شدید** میں مبالغہ کا صیغہ ہے جو عذاب کی شدت کو ظاہر کرتا ہے۔ **غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ** یہاں **غفور** میں مغفرت کی کثرت، اور **رحیم** میں دائمی رحمت کا پہلو پایا جاتا ہے۔ دونوں صفات کا ایک ساتھ ذکر عدل و رحمت کے حسین توازن کو ظاہر کرتا ہے۔ **مَا...اِلَّا** کا اسلوب حصر (قصر) کے لیے ہے، جو رسول ﷺ کے دائرہ کار کو صرف تبلیغ تک محدود کرتا ہے۔ یہ اسلوب ہدایت کے ذمہ داروں کے درمیان حد فاصل قائم کرتا ہے۔ رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو ذمہ داریوں کی تقسیم کا حکیمانہ نظام پیش کیا گیا ہے۔ رسول ﷺ کے دائرہ کار کو صرف بلاغ (پیغام پہنچادینا) تک محدود کر دیا گیا ہے اور اللہ کریم کے دائرہ کار کو ہدایت دینے بخشنا یا سزا دینے تک لا محدود کر دیا گیا ہے۔ یہ تقسیم رہنماؤں پر بوجھ کو ہلکا کرتی ہے اور انہیں صرف اپنے فرائض پر توجہ مرکوز کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ نرمی اور سختی کا اختیار صرف الہ العالمین کے پاس ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت کے تحت نرمی کا اظہار کو مغفرت اور رحمت کے ذریعے اور سختی کا اظہار کو شدید عذاب کے ذریعے واضح کر دیا ہے۔ یہ اختیار صرف اللہ کے پاس ہے، بندے اس میں شریک نہیں۔ رسول ﷺ کے لیے رہنمائی میں اللہ کریم آپ ﷺ کو یہ تعلیم دے رہے ہیں کہ نرمی کے ساتھ دعوت دیں، سختی کا اختیار اپنے پاس نہ رکھیں، نتائج کی ذمہ داری اپنے ذمہ نہ لیں، یہی رشد و ہدایت کا بنیادی اصول ہے۔ علم غیب کا الٰہی اختیار کو واضح کیا گیا ہے۔ **وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ** یہ آیت ظاہر و باطن کے علم کو اللہ کے ساتھ مخصوص کرتی ہے۔ رسول ﷺ کو یہ علم نہیں دیا گیا، اس لیے آپ لوگوں کے باطنی احوال کے مطابق نرمی یا سختی نہیں کر سکتے تھے۔ اللہ کریم کے عطا کردہ رسول ﷺ کو نرمی کے پہلو بھی یعنی مکہ میں تکلیفوں کے باوجود دعاؤں میں نرمی، طائف کے واقعے میں نرم گفتاری اور فتح مکہ کے موقع پر عام معافی جیسے واقعات نرمی اور سختی کے عملی مظاہر میں ہمیں واضح سبق دیتے ہیں کہ ہم بھی تکالیف میں نرمی کو استعمال میں لائیں سختی سے خود بھی بچے اور اپنی نرمی کے رویہ سے دوسروں کو بچائے۔ سختی کے پہلو میں شرک اور کفر کے خلاف عدم رواداری، حدود اللہ کے نفاذ میں سختی اور دین کے بنیادی اصولوں پر کوئی سمجھوتہ نہ کرنا شامل ہیں۔

سورۃ المجادلہ کی ان آیات میں قرآن حکیم ہمیں رشد و ہدایت کا یہ اہم سبق دیتا ہے کہ داعی کا کام صرف پیغام پہنچانا ہے، ہدایت دینا نہیں ہے اسی طرح نرمی اور سختی کا اختیار صرف اللہ کے پاس ہے بندے کے پاس نہیں ہے اور عدل و رحمت کا توازن اللہ کی صفت ہے ظاہر و باطن کا علم صرف اللہ کو حاصل ہے۔ یہی وہ اسوہ ہے جس پر رسول اللہ ﷺ نے عمل کر کے دکھایا اور یہی ہر داعی کے لیے مشعل راہ ہے کہ وہ اپنے دائرہ کار میں رہتے ہوئے نرمی کے ساتھ دعوت دے، جبکہ نتائج کو اللہ پر چھوڑ دے۔

آپ ﷺ کو نرمی اور سختی کی رہنمائی:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو سورۃ الانفال کی ان آیات میں انتہائی حکیمانہ اور متوازن انداز میں پیش کیا گیا ہے، جو رشد و ہدایت کے بے شمار پہلوؤں سے مزین ہے۔ اللہ کریم آپ کو واضح احکامات کے ذریعے نرمی اور سختی کی رہنمائی فرمارہے ہیں۔

> وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭاِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۞ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ۭ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ۞ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ۭلَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ۭاِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۞31

اور اگر کفار مائل ہوں صلح کی طرف (نرمی) تو آپ بھی مائل ہو جایئے اس کی طرف اور بھروسہ کیجیے اللہ تعالیٰ پر بیشک وہی سب کچھ سننے والا جاننے والا ہے۔ اور اگر وہ ارادہ کریں کہ آپ کو دھوکہ دیں (سختی) (تو آپ فکر مند کیوں ہوں) بیشک کافی ہے آپکو اللہ تعالیٰ وہی ہے جس نے آپ کی تائید کی اپنی نصرت اور مومنوں (کی جماعت) سے۔ اور اسی نے الفت (نرمی) پیدا کر دی ان کے دلوں میں اگر آپ خرچ کرتے ہیں جو کچھ زمین میں ہے۔ سب کا سب تو نہ الفت پیدا کر سکتے ان کے دلوں میں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے الفت پیدا کر دی ان کے درمیان بلاشبہ وہ ذبردست (سخت) ہے حکمت والا ہے۔

آپ ﷺ کو آیت 61 میں نرمی کا حکم دیا جارہا ہے۔ صلح کی طرف جھکاؤ اصل میں نرمی ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو حکم فرمارہے ہیں کہ اگر دشمن صلح کی طرف مائل ہوں تو آپ بھی اس کی طرف جھک جائیں اور اللہ پر بھروسہ رکھیں۔ یہاں **جَنَحُوْا** کا لفظ نرمی اور رغبت کے ساتھ جھکنے کے معنی میں ہے، جو بین الاقوامی تعلقات میں نرم گوشہ اختیار کرنے کی بہترین ترغیب ہے۔ یہ آیت بین الاقوامی قانون میں مصالحت اور پرامن بقائے باہمی کے اسلامی تصور کی بنیاد ہے۔ آپ ﷺ کو آیت 62 میں دشمن کے دھوکے کی صورت میں سختی کی اجازت بھی دی جارہی ہے۔ لیکن اگر دشمن دھوکا دینے کا ارادہ رکھتے ہوں تو آپ ﷺ کے لیے اللہ کافی ہے، جو اپنی نصرت اور مومنین کے ذریعے آپ کی تائید فرمانے والا ہے۔ یہاں **حَسْبَكَ اللّٰهُ** کا کلمہ اطمینان قلب کا سب سے بڑا ذریعہ ہے، جو بتاتا ہے کہ دشمن کی مکاری کے مقابلے میں اللہ کی مدحقائقی حفاظت ہے۔ آیت 63 میں اللہ کی خاص نصرت اور اجتماعیت کا تحفہ دیا جارہا ہے۔ اللہ ہی ہے جس نے مومنین کے دلوں میں الفت ڈال دی۔ اگر آپ ﷺ زمین بھر کا مال بھی خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے، لیکن اللہ نے ان کے درمیان الفت پیدا کر دی۔ یہاں **اَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ** کا بیان اس حقیقی اخوت کی طرف اشارہ ہے جو ایمان کی بنیاد پر قائم ہوتی ہے، جو مادی اسباب سے بہت زیادہ ہے۔

حکمت عملی کا توازن، توکل کی تعلیم، اجتماعی نظام کی بنیاد اور عزت و حکمت کے علمبردار رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو ہیں جس کی رو سے نرمی اور سختی کے درمیان کامل توازن قائم کرنا، جہاں صلح کی صورت میں نرمی اور دھوکے کی صورت میں سختی اختیار کرنا رشد و ہدایت کا تقاضا ہے۔ ہر حال میں اللہ پر توکل کرنا، خواہ صلح ہو یا جنگ، یہ مومن کے لیے سب سے بڑی قوت ہے۔ حقیقی اتحاد اور اخوت مادی اسباب سے نہیں بلکہ اللہ کے فضل سے قائم ہوتا ہے، جو امت مسلمہ کے اجتماعی نظام کی بنیاد ہے۔ اللہ کی صفت **عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ** ہمیں سکھاتی ہے کہ نرمی اور سختی دونوں میں عزت اور حکمت کار فرما ہونی چاہیے۔ یہ آیات درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک مکمل لائحہ عمل پیش کرتی ہیں، جو نرمی اور سختی کے درمیان حکیمانہ توازن قائم کر کے رشد و ہدایت کا شاہکار نظر آتا ہے۔

نہایت سخت سزا دینے کے ساتھ آپ ﷺ کی رہنمائی میں سختی کا اظہار:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو سورۃ المائدہ کی ان آیات میں انتہائی واضح اور حکیمانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے، جو معاشرتی نظام میں عدل و انصاف کے قیام کے لیے رشد و ہدایت کے گہرے پہلو سموئے ہوئے ہے۔ سُورۃ المائدہ میں نرمی اور سختی کو نہایت سخت انداز میں سزا دینے کے ساتھ واضح کیا ہے۔

> اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ۭ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَاوَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ۞ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۞ 32

بلاشبہ سزا ان لوگوں کی جو جنگ کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے۔ اور کوشش کرتے ہیں زمین میں فساد برپا کرنے کی۔ یہ ہے کہ انھیں (چن چن) کر قتل کیا جائے یا سولی دیا جائے یا کاٹے جائیں ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مختلف اطراف سے۔ یا جلاوطن کر دیے جائیں یہ تو ان کے لیے رسوائی ہے دنیا میں اور ان کے لیے آخرت میں (اس سے بھی) بڑی سزا ہے۔ مگر وہ جنھوں نے توبہ کر لی اس سے پہلے کہ تم قابو پالو ان پر (ان کو معاف کر دیا جائے گا) اور خوب جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا نہایت رحم فرمانے والا ہے۔

رشد و ہدایت کے پہلو میں سختی کا اظہار کو فساد فی الارض کے خلاف آخری حربہ کے طور پر استعمال کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہ آیات معاشرے میں انتہائی سختی کا اظہار کرتی ہیں، لیکن یہ سختی محض انتقام نہیں بلکہ اجتماعی سلامتی کے تحفظ کا حکیمانہ نظام ہے۔ لفظ **يُحَارِبُوْنَ** اور **يَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا** میں انتہائی نوعیت کے جرائم کی نشاندہی ہے جو پورے معاشرے کی سلامتی کے لیے خطرہ ہیں۔ جرائم کی نوعیت کے مطابق سزاؤں کا درجاتی نظام بنانے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ سزاؤں میں چار درجات کا ذکر درحقیقت جرائم کی نوعیت اور شدت کے مطابق ایک درجاتی نظام قائم کرتا ہے پہلا قتل یا صلیب جو کہ انتہائی سنگین جرائم کے لیے سزا ہے۔ دوسرا ہاتھ پاؤں کاٹنا جو کہ تشدد اور راہزنی کے جرائم کے لیے سزا ہے۔ ملک بدری جو کہ معاشرے سے علیحدگی کے ذریعے تاحیات تک کے لیے سزا ہے۔ توبہ کی قبولیت کے پیغام کے ذریعے نرمی کے دروازے کے بارے رہنمائی دی گئی ہے۔ آیت کا اختتام انتہائی نرمی کے ساتھ ہوتا

CC BY

ہے **اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا** کا استثناء یہ ظاہر کرتا ہے کہ اسلامی نظامِ عدل میں توبہ کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ یہاں تک کہ ایسے مجرمین کے لیے بھی جو سنگین ترین جرائم کے مرتکب ہوئے ہوں، اگر وہ سزا سے پہلے توبہ کر لیں تو انہیں معاف کیا جا سکتا ہے۔

ان آیاتِ ربانی میں معاشرتی تحفظ، رحمت و عدل کا توازن، جرائم کی روک تھام اور انسانی نفسیات کا لحاظ جیسے رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو واضح کیے گئے ہیں۔ یہ سزائیں معاشرے کو فساد اور بدامنی سے تحفظ فراہم کرنے کے لیے ہیں نہ کہ محض سزا دینے کے لیے۔ سخت سزاؤں کے باوجود توبہ کا دروازہ کھلا رکھنا عدل اور رحمت کے درمیان کامل توازن قائم کرتا ہے۔ یہ سزائیں دوسروں کے لیے عبرت کا سامان ہیں تاکہ وہ ایسے جرائم سے بچ سکیں۔ **مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ** کا فقرہ یہ ظاہر کرتا ہے کہ سزا کے خوف سے کی گئی توبہ کی بجائے خلوص سے کی گئی توبہ ہی قابل قبول ہے۔ سورۃ المائدہ کی یہ آیات درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کا ایک مکمل اور متوازن نظام پیش کرتی ہیں، جہاں معاشرے کے تحفظ کے لیے انتہائی سختی کے ساتھ ساتھ توبہ و رجوع کے لیے نرمی کا دروازہ بھی کھلا رکھا گیا ہے۔ یہی رشد و ہدایت کا حقیقی پیغام ہے جو انسانی معاشرے کو استحکام و سلامتی فراہم کرتا ہے۔

دُشمن کو صلح کی دعوت نہ دینا سے مسلمانوں کے لیے سختی کی رہنمائی:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو سورۃ محمد میں ان آیات میں ایک منفرد ادبی شاہکار کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو مسلسل جدوجہد اور پرامن دعوت کے درمیان حکیمانہ توازن قائم کرتی ہیں۔ سُورۃ محمد میں دُشمن کو صلح کی دعوت نہ دینا سے مسلمانوں کے لیے سختی کی رہنمائی دی جا رہی ہے۔

فَلَا تَهِنُوْا وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ۞33

(اے فرزندانِ اسلام!) ہمت مت ہارو اور (کفار کو) صلح کی دعوت مت دو تم ہی غالب آؤ گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمال (اور کوششوں) کو ضائع نہیں ہونے دیگا۔

فَلَا تَهِنُوْا کے لفظ میں نفسیاتی توانائی کا احیا موجود ہے۔ یہ حکم ایک زبردست نفسیاتی قوت کا حامل ہے، جہاں **تَهِنُوْا** کا لفظ کمزوری اور سستی کے تمام پہلوؤں کو یک قلم رد کرتا ہے۔ یہ نہ صرف دلیری کی ترغیب دیتا ہے بلکہ روحانی عظمت کی بحالی کا درس دیتا ہے۔ **وَتَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ** کے الفاظ میں فعال صلح کا فلسفہ موجود ہے۔ یہاں **سَّلْم** کا لفظ محض عدم جنگ نہیں بلکہ ایک فعال اور مثبت امن کی طرف دعوت ہے۔ یہ اس حقیقت کا اعلان ہے کہ اسلام جنگ کے لیے نہیں بلکہ امن و سلامتی کے قیام کے لیے آیا ہے۔ **وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ** کے الفاظ میں عزیمت و عظمت کا احساس دلایا جا رہا ہے۔ یہ جملہ امت مسلمہ کے اندر برتر اخلاقی اور روحانی مقام کا احساس زندہ رکھتا ہے۔ "الْاَعْلَوْنَ" کی صفت ہر حال میں امتیازی شان اور رفعت مقام کی حامل ہے۔ **وَاللّٰهُ مَعَكُمْ** کے الفاظ سے الٰہی معیت کا وعدہ کیا جا رہا ہے۔ یہ مختصر مگر جامع جملہ ہر قسم کی خوف و ہراس کو دور کرنے کے لیے کافی ہے۔ اللہ کی معیت کا یہ وعدہ ہر مومن کے لیے ناقابل شکست قوت کا سرچشمہ ہے۔ **وَلَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ** کے الفاظ سے اعمال کی حفاظت کا ضمانت دی جا رہی ہے۔ یہاں **يَّتِرَكُمْ** کا لفظ اعمال کے کسی بھی حصے کے ضائع ہونے کی نفی کرتا ہے، جو مومن کے لیے دائمی تسکین اور اطمینان کا باعث ہے۔

سورۃ محمد کی اس آیت میں رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو میں نفسیاتی جنگ کی حکمت، قوت اور رحمت کا توازن، مستقل جدوجہد کا فلسفہ اور الٰہی نصرت کا یقین سرخیاں شامل ہیں۔ یہ آیت مسلمانوں کو نفسیاتی کمزوری سے بچاتی ہے اور انہیں بتاتی ہے کہ ہمت ہاری بغیر صلح کی دعوت دینا درحقیقت ایک اعلیحکمت عملی ہے۔ آیت میں قوت **الْاَعْلَوْنَ** اور رحمت **تَدْعُوْٓا اِلَى السَّلْمِ** کا جو توازن قائم کیا گیا ہے، وہ بین الاقوامی تعلقات میں اسلامی نقطہ نظر کی عکاسی کرتا ہے۔ یہ آیت مسلمانوں کو سکھاتی ہے کہ حالات خواہ کتنے ہی ساز گار ہوں، دعوت و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے۔

دُشمنانِ ربانی سے کھلی دشمنی (سختی):

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو سورۃ التوبہ اور سورۃ الممتحنہ کی ان آیات میں ایک عظیم الشان ادبی اور تربیتی نمونے کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو ایمان و کفر کے درمیان واضح حدفاصل قائم کرتی ہوئی رشد و ہدایت کے تابناک پہلوؤں سے مزین ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۭ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۞34

اے نبی! کفار اور منافقین سے جہاد جاری رکھو اور ان پر سختی کرو اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور وہ لوٹ کر آنے کی بہت بری جگہ ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَاۗءَكُمْ وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَاۗءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَي الْاِيْمَانِ ۭ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۞35

اے ایمان والو! نہ بنالو اپنے باپوں اور بھائیوں کو دلی دوست اگر وہ پسند کریں کفر کو ایمان پر اور جو دوست بناتا ہے انھیں تم میں سے تو وہی لوگ ظلم کرنے والے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ کے الفاظ خطاب کی رفعت کو ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ عظیم الشان خطاب جہاد کے حکم کے ساتھ اس لیے ہے کہ نبی ﷺ کی ذات مقدسہ ہی وہ مرکز ہے جہاں سے حق و باطل کی جنگ کی قیادت صادر ہوتی ہے۔ "**جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ** کے الفاظ جامعیت کا احاطہ کر رہے ہیں۔ یہاں کفار اور منافقین دونوں کا ذکر اس حقیقت کی عکاسی ہے کہ اسلام ہر قسم کے باطل سے برسرپیکار رہنے کا حکم دیتا ہے۔ **وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** کے الفاظ سختی کی انتہا کو واضح کر رہے ہیں۔ یہ مختصر مگر نہایت جامع حکم ہے جو باطل کے خلاف نرمی کے تمام امکانوں کو سمیٹ کر یکسر سختی کا راستہ اختیار کرنے کا پیغام دیتا ہے۔

قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ ۚ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۡ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ اِلَّا قَوْلَ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ رَبَّنَا عَلَيْكَ تَوَكَّلْنَا وَاِلَيْكَ اَنَبْنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ۞36

بیشک تمہارے لیے خوب صورت نمونہ ہے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں (کی زندگی) میں جب انہوں نے (برملا) کہہ دیا اپنی قوم سے کہ ہم بیزار ہیں تم سے اور ان معبودوں سے جن کی تم پوجا کرتے ہو اللہ کے سوا۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض پیدا ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ تم ایمان لاؤ ایک اللہ پر مگر ابراہیم کا اپنے باپ سے یہ کہنا اس سے مستثنی ہے کہ میں ضرور مغفرت طلب کروں گا تمہارے لیے اور میں مالک نہیں ہوں تمہارے لیے اللہ کے سامنے کسی نفع کا (پھر کہا) اے ہمارے رب! ہم نے تجھی پر بھروسہ کیا اور تیری طرف ہی رجوع کیا اور تیری طرف ہی ہمیں پلٹ کر آنا ہے۔

إِنَّا بُرَءٰۗؤُا مِنكُمْ کے الفاظ قطع تعلقی کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ تاریخی اعلان برأت اور بیزاری کا وہ واضح اظہار ہے جو ایمان و کفر کے درمیان ناقابل عبور حدفاصل قائم کرتا ہے۔ **وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَاۗءُ أَبَدًا** کے الفاظ دائمی عداوت کا اعلان کر رہے ہیں۔ یہ جملہ اس حقیقت کا آئینہ دار ہے کہ ایمان و کفر کے درمیان محبت و موالات کا رشتہ قائم نہیں ہو سکتا۔

رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو کو ان آیات میں دیکھا جائے تو توحید کی حفاظت کی حکمت بیان کرتے ہوئے یہ آیات اس اصولی موقف کی ترجمان ہیں کہ توحید اور عقیدے کے معاملے میں کوئی سمجھوتہ نہیں کیا جا سکتا۔ ولاء و براء کے

اسلامی حکمران کو نرمی اور سختی کی رہنمائی:

سورۃ الحجرات میں قانون انصاف کو بتایا جا رہا ہے اور اسلامی حکمران کے فیصلے کے ذریعے ایمان والوں کے لیے نرمی اور سختی کی رہنمائی فراہم کی جا رہی ہے۔

وَاِنْ طَاۗىِٕفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا ۚ فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَي الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْۗءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ فَاۗءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۞37

اور اگر اہل ایمان کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح (نرمی) کرا دو اور اگر زیادتی کرے ایک گروہ دوسرے پر تو پھر سب (مل کر) لڑو (سختی) اس سے جو زیادتی کرتا ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ آئے اللہ کے حکم کی طرف۔ پس اگر لوٹ آئے تو صلح (نرمی) کرا دو۔ ان کے درمیان عدل (وانصاف) سے اور انصاف کرو بیشک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے انصاف کرنے والوں سے۔

مومنوں کو نرمی اور سختی کی رہنمائی:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو ان آیات میں ایک جامع اور ہمہ گیر نظام کی صورت میں پیش کیا گیا ہے، جو امت کی تربیت کے لیے رشد و ہدایت کے روشن پہلو سموئے ہوئے ہے۔ اپنے اوپر ظلم کرنے پر ایمان والے آپ ﷺ کے پاس آ کر اپنے گناہوں کی اللہ سے معافی طلب کریں اور آپ ﷺ بھی مُعافی طلب کریں ان کے لیے تو اللہ توبہ قبول کر لے گا یعنی آپ ﷺ کی نرمی کو ایمان والوں کے لیے واضح کیا ہے

CC BY

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭوَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَاۗءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا 38

اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر حاضر ہوتے آپ کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالی سے نیز مغفرت طلب کرتا ان کے لیے رسول (کریم) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالی کو بہت توبہ قبول فرمانے والا نہایت رحم کرنے والا۔

سورۃ النساء کی آیت میں اطاعت رسول ﷺ کے فلسفہ میں نرمی والا رویہ برتنے کے ساتھ رہنمائی کی جارہی ہے۔**لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ** کے الفاظ میں اطاعت کے حکم کو نرمی کے ساتھ اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ رسول ﷺ کی اطاعت درحقیقت اللہ کی اطاعت ہے۔ یہاں توبہ واستغفار کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے، جو رشد و ہدایت کا بہترین ذریعہ ہے۔اللہ کی طرف سے سُورۃ الاعراف میں حکم نبی ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کی نرمی اور سختی کو بتایا جارہا ہے اور اللہ اور اُس کے رسول ﷺ کی پیروی کرنے والے مومنوں کو واضح رہنمائی دی جارہی ہے۔

اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۡ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَـبٰۗىِٕثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۭ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ 39

(یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے جس (کے ذکر) کو وہ پاتے ہیں لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں ۔ وہ نبی حکم دیتا ہے انھیں نیکی کا (نرمی)۔اور روکتا ہے انھیں برائی سے (سختی)۔اور حلال کرتا ہے ان کے لیے پاک چیزیں (نرمی) ۔اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں (سختی)۔اور اتارتا ہے ان سے ان کا بوجھ اور (کاٹتا ہے) وہ زنجیریں جو جکڑے ہوئے تھیں (نرمی) ۔انھیں پس جو لوگ ایمان لائے اس (نبی امی) پر اور تعظیم کی آپ کی اور امداد کی آپ کی اور پیروی کی اس نور کی جو اتارا گیا آپ کے ساتھ وہی (خوش نصیب) کامیاب و کامران ہیں۔

سورۃ الاعراف کی آیت میں رسول ﷺ کی جامع صفات کو بیان کیا گیا ہے جو کہ ایک امتی کے لیے کامل نمونہ ہیں۔ رسول ﷺ کی صفات کو اس ادبی انداز میں بیان کیا گیا ہے کہ **يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ** سے لے کر **يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ** تک ایک کامل مربی کی تصویر پیش کی گئی ہے۔ یہاں معروف و منکر کا توازن اور طیبات و خبائث کی تمیز رشد و ہدایت کی بنیادیں ہیں۔سُورۃ الحشر میں رہنمائی دی جارہی ہے

مَآ اَفَاۗءَ اللّٰهُ عَلٰي رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰى فَلِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ وَ لِذِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ۙ كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ مِنْكُمْ ۭ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ 40

جو مال پلٹا دیا ہے اللہ تعالی نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے، اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول (کریم) جو تمہیں عطا فرمادیں وہ لے لو (نرمی) اور جس سے تمہیں روکیں تو رک جاؤ (سختی) اور ڈرتے رہا کرو۔اللہ سے بیشک اللہ تعالی سخت عذاب دینے والا ہے۔

سورۃ الحشر کی آیت میں سختی کے ساتھ انصاف کرتے ہوئے مالی نظام میں عدل و انصاف کو اپنانے کا حکم دیا گیا ہے۔**كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَاۗءِ** کے الفاظ میں مالی انصاف کے لیے ضروری سختی کا اظہار ہے۔ یہاں رسول ﷺ کے احکام کی اطاعت کو اللہ کی تقویٰ کے ساتھ منتھی کر کے دکھایا گیا ہے۔ایمان والوں کو نیکی کے کاموں (میں نرمی ہوتی ہے) میں آپس میں مدد کرنے یعنی کے نرمی کے کرنے اور برائی کے کاموں (میں سختی ہوتی ہے) میں باہم مدد نہ کرنے یعنی سختی کرنے کی تلقین کی ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَاۗىِٕرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَاۗىِٕدَ وَلَآ اٰۗمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۭ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ۭ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَـنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَي الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۠ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَي الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ 41

اے ایمان والو! بے حرمتی نہ کرو اللہ کی نشانیوں کی ۔اور نہ عزت والے مہینے کی اور نہ حرم کو بھیجی ہوئی قربانیوں کی اور نہ جن کے گلے میں پٹے ڈالے گئے ہیں اور نہ (بے حرمتی کرو) جو قصد کیے ہوئے ہیں بیت حرام کا طلب کرتے ہیں اپنے رب کا فضل اور (اس کی) رضا۔اور جب احرام کھول چکو تو شکار کر سکتے ہو (نرمی)۔اور ہر گز نہ اکسائے تمہیں کسی قوم کا بغض۔بوجہ اس کے کہ انھوں نے روکا تھا تمہیں مسجد حرام سے۔اس پر کہ تم زیادتی کرو اور ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی اور تقویٰ (کے کاموں) میں ۔اور باہم مدد نہ کرو گناہ اور زیادتی پر اور ڈرتے رہو اللہ سے بیشک اللہ تعالی سخت عذاب دینے والا ہے۔

سورۃ المائدہ کی آیت میں نرمی و سختی کا حسین امتزاج اپناتے ہوئے اعتدال کی راہ کو اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔**وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَـنَاٰنُ قَوْمٍ** کے الفاظ انتہائی پسندیدہ ہیں، جو دشمنی کے باوجود اعتدال کی راہ دکھاتے ہیں۔ یہاں تعاون علی البر والتقویٰ کا حکم اجتماعی رشد و ہدایت کا بہترین نمونہ ہے۔اسی طرح فرمایا کہ دو ایمان والے فریق جو آپس میں سختی کرتے ہوئے جھگڑا کرے اُن پر نرمی کرتے ہوئے صلح کروا دیا کرو۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ 42

بیشک اہل ایمان بھائی بھائی ہیں ۔پس صلح کرادو اپنے دو بھائیوں کے درمیان اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے تاکہ تم پر رحم (نرمی) فرمایا جائے۔

سورۃ الحجرات کی آیت نرمی کی بنیاد پیش کرتے ہوئے اخوت اسلامی کا درس دے رہی ہیں۔**اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ** میں اختلافات کے باوجود صلح و آشتی کی تلقین نرمی کے اس پہلو کو واضح کرتی ہے جو امت کے اتحاد کے لیے ضروری ہے۔یہ آیات کریمہ درحقیقت رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کا وہ کمال پیش کرتی ہیں جو ایک متوازن نظام تربیت کی عکاسی کرتا ہے۔ان آیات میں جہاں اطاعت و تابعداری کی تاکید ہے، وہیں رحمت و مغفرت کا دروازہ بھی کھلا ہے۔یہ رشد و ہدایت کا وہ روشن پیغام ہے جو فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کے لیے یکساں مفید ہے۔

والدین کے لیے نرمی:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو سورۃ بنی اسرائیل اور سورۃ التغابن کی ان آیات میں ایک منفرد ادبی شاہکار کے طور پر پیش کیا گیا ہے، جو انسانی رشتوں میں نرمی اور اصولوں پر سختی کے درمیان حکیمانہ توازن قائم کرتی ہیں۔اللہ کریم نے والدین پر نرمی کرنے کے لیے سخت احکامات نازل فرمائے۔سُورۃ الاسراء میں اللہ رحیم فرماتے ہیں کہ

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا 43

اور حکم فرمایا آپ کے رب نے کہ نہ عبادت کرو بجز اس کے ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو (نرمی)۔اگر بڑھاپے کو پہنچ جائے تیری زندگی میں ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں تو انہیں اف تک مت کہو (نرمی) اور انھیں مت جھڑ کو (نرمی) اور جب ان سے بات کرو تو بڑی تعظیم سے بات کرو (نرمی)۔

رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو میں دیکھا جائے تو سورۃ بنی اسرائیل کی آیات میں توحید اور والدین کے حقوق کا حسین امتزاج نظر آتا ہے۔**وَقَضٰى رَبُّكَ** کے الفاظ میں ایک ادبی رعب اور وقار ہے جو توحید کے حکم کو والدین کے ساتھ احسان سے اس طرح مربوط کرتا ہے کہ دونوں کو ایک ہی سلسلے میں پرو دیا گیا ہے۔یہاں **اُفٍّ** جیسے معمولی لفظ سے منع کرنا نرمی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔اللہ رؤف و رحیم والدین کے لیے نرمی کرنے کا حکم فرما رہے ہیں اور دُعا سکھا رہے ہیں کہ اپنے والدین کے لیے اس طرح دُعا مانگا کرو مزید اسی سورت میں اِرشادِ باری تعالی ہے کہ

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا 44

(نرمی) اور جھکا دو ان کے لیے تواضع و انکسار کے پَر رحمت (نرمی و محبت) سے اور عرض کرو اے میرے پروردگار ان دونوں پر رحم فرما جس طرح انھوں نے (بڑی نرمی و محبت و پیار سے) مجھے پالا تھا جب میں بچہ تھا۔

رشد و ہدایت کے نمایاں پہلو میں سورۃ بنی اسرائیل کی اس متعلقہ آیت میں والدین کے ساتھ برتاؤ میں نرمی کا کمال حسن ملتا ہے۔**وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ** میں انتہائی شاندار استعارہ استعمال ہوا ہے۔ **جناح** (پر) کے ذریعے عجز و انکسار کی تصویر کشی نے نرمی کے جذبے کو مجسم کر دیا ہے۔ یہاں **ذل** کا لفظ عاجزی اور انکساری کے معنی میں ہے، جو والدین کے حقوق میں رشد و ہدایت کا اہم پہلو ہے۔اسی سورت میں اِرشادِ باری تعالی ہے کہ

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا 45

CC BY

اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی کے اندیشہ سے ہم ہی رزق دیتے ہیں انھیں بھی اور تمہیں بھی۔ بلاشبہ اولاد کو قتل کرنا بہت بڑی غلطی ہے

رشد وہدایت کے نمایاں پہلو میں سورۃ بنی اسرائیل کی اس متعلقہ آیت میں والدین کے لیے اولاد کے حقوق میں سختی کا حکیمانہ اظہار بھی ہے۔ **اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا** کے الفاظ میں سخت ترین مذمت کی گئی ہے۔ **خِطْاً كَبِيْرًا** (بہت بڑا گناہ) کے الفاظ اس عمل کی سنگینی کو خوبصورتی کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ یہاں رزق کے وعدے **نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ** کے ساتھ ہی سختی کا پہلو بھی موجود ہے۔ اللہ کریم نے والدین پر اولاد کو نرمی کرنے کے اور اولاد پر بھی والدین کو نرمی کرنے کے سخت احکامات نازل فرمائے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭنَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝ 46

آپ فرمایئے آؤ۔ میں پڑھ سناؤں جو کچھ حرام کیا ہے تمہارے رب نے تم پر (وہ یہ) کہ نہ شریک بناؤ اس کے ساتھ کسی چیز کو **اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے۔** ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انھیں بھی اور مت نزدیک جاؤ بے حیائی کی باتوں کے (سختی)۔ جو ظاہر ہوں ان سے اور جو چھپی ہوئی ہوں اور نہ قتل کرو (نرمی) اس جان کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ نے سوائے حق کے (سختی)۔ یہ ہیں وہ باتیں ۔ حکم دیا ہے تمہیں اللہ نے جن کا۔ تاکہ تم (حقیقت) کو سمجھو۔

سورۃ الانعام کی آیت میں اخلاقی حدود میں سختی اور رحمت کا توازن میں رشد وہدایت کے نمایاں پہلو عیاں ہیں۔ **وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ** کے الفاظ میں ایک ادبی حسن ہے۔ یہ نہیں کہا گیا کہ "نہ کرو" بلکہ "نہ قریب جاؤ" کہہ کر حرام سے دور رہنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ یہ نرمی اور سختی کے درمیان ایک عمدہ توازن ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ۝47

اے ایمان والو! تمہاری کچھ بیبیاں اور تمہارے بچے تمہارے دشمن ہیں پس ہوشیار رہو ان سے اور اگر تم عفو در گزر سے کام لو اور بخش دو تو بلاشبہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

سورۃ التغابن کی آیت میں رشتوں میں نرمی کی حتمی شکل کو رشد وہدایت کے نمایاں پہلو میں شامل کیا گیا ہے۔ **عَدُوًّا لَّكُمْ** کے سخت الفاظ کے بعد **وَاِنْ تَعْفُوْا وَتَصْفَحُوْا وَتَغْفِرُوْا** کے تین الفاظ معافی اور در گزر کے جذبات کو انتہائی خوبصورتی سے بیان کرتے ہیں۔ یہاں عفو، صفح اور غفران کے درجات بتا کر نرمی کے مختلف مراحل دکھائے گئے ہیں۔ یہ آیات کریمہ در حقیقت رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کا وہ ادبی شاہکار ہیں جو انسانی رشتوں کے توازن کو بخوبی سمجھتی ہیں۔ ان آیات میں جہاں والدین کے ساتھ انتہائی نرمی کا حکم ہے، وہیں اولاد کے قتل پر سخت ترین مذمت بھی ہے۔ یہ رشد وہدایت کا وہ کمال ہے جو اسلام کے متوازن نظام حیات کی عکاسی کرتا ہے۔

یتامیٰ پر نرمی:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو یتیموں کے حقوق کے حوالے سے انتہائی مؤثر اور ادبی پیرائے میں پیش کیا گیا ہے، جو معاشرتی انصاف کے قیام میں رشد وہدایت کے تابناک پہلوؤں سے مزین ہے۔ اللہ کریم نے یتیم بچوں پر نرمی کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یتیم بچوں کے مال کی حفاظت کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰي يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰي ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝48

اور مت قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقہ سے جو بہت اچھا ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے (نرمی) ۔ اور پورا کرو ناپ اور تول انصاف کے ساتھ ہم نہیں تکلیف (سختی) دیتے کسی کو مگر اس کی طاقت کے برابر۔ اور جب کبھی بات کہو تو انصاف کی کہو اگرچہ ہو (معاملہ) رشتہ دار کا۔ اور اللہ سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرو۔ یہ ہیں وہ باتیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے تمہیں تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

ان آیات کے حوالے سے رشد وہدایت کے نمایاں پہلو واضح ہیں کہ معاشرے میں انصاف کا بول بالا ہو۔ معاشرتی انصاف کی بنیاد یتیم کے حقوق میں ہے۔ یتیم کے حقوق کی اس تفصیلی حفاظت در حقیقت معاشرے میں انصاف کی بنیاد رکھتی ہے۔ جب معاشرے کا سب سے کمزور فرد محفوظ ہوگا تو پورا معاشرہ محفوظ ہو جائے گا۔ اللہ نے یتیم بچوں کے مال کو ایسے طریقے سے خرچ کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ کہ جس سے اُن کو دُنیا و آخرت میں بہتر سے بہتر اجر اور مُعاوضہ مل سکے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۠ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚاِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْــُٔوْلًا۝49

اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے۔ مگر ایسے طریقے سے جو (اس یتیم کے لیے) بہتر ہو یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور پورا کیا کرو اپنے عہد کو بیشک ان وعدوں کے بارے میں (تم سے) پوچھا جائے گا۔

سورۃ الانعام اور الاسراء کی آیات میں یتیم کے مال کی حفاظت میں حکیمانہ سختی میں رشد وہدایت کے نمایاں پہلو واضح ہیں۔ **وَلَا تَقْرَبُوْا** کے الفاظ میں ایک ادبی چابک دستی پائی جاتی ہے۔ یہ محض مال نہ لینے کا حکم نہیں بلکہ **قرب** سے منع کرنا اس سے کلی احتراز کی ترغیب ہے۔ اس میں ایک نفسیاتی ممانعت کا پہلو کارفرما ہے جو انسان کو یتیم کے مال کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے سے بھی روکتا ہے۔ احسان کی شرط میں نرمی کا اعلیٰ معیار کو نمایاں کیا گیا ہے۔ **بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ** کے الفاظ نرمی کے اس معیار کو ظاہر کرتے ہیں کہ یتیم کے ساتھ محض انصاف ہی کافی نہیں بلکہ احسان درجے کا سلوک مطلوب ہے۔ یہاں **احسن** کا لفظ عربی زبان کے تین درجوں میں سب سے اعلیٰ درجے کی نشاندہی کرتا ہے۔ **حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ** کے فقرے میں یتیم کی عمر کی تحدید کر کے اس کی کمزوری کے دور میں اس کی حفاظت کو یقینی بنایا گیا ہے۔ یہ رشد وہدایت کا وہ پہلو ہے جو معاشرے کے کمزور ترین فرد کے حقوق کی ضمانت دیتا ہے۔ اللہ نے یتیم کی عزت نہ کرنے والوں کو اُن کے حقوق نہ دینے والوں کو سخت وعید سُنائی ہے اِن پر روزی تنگ کر دی جاتی ہے۔ ان آیات میں شامل رشد وہدایت کے نمایاں پہلو میں اخلاقی تربیت کا نظام ہے جو کہ معاشرے کا اہم ترین نظام ہے۔ یتیم کے ساتھ سلوک میں "احسن" کا معیار در حقیقت انسان کی اخلاقی تربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰىهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ ڏ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ۝ كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ۝50

اور جب اس کو (یوں) آزماتا ہے کہ اس پر روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہنے لگتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر دیا ۔ ایسا نہیں ہے بلکہ (اس کی وجہ یہ ہے کہ) تم یتیم کی عزت نہیں کرتے (نرمی کے زمرے میں ہی ہے)۔

سورۃ الفجر کی آیات میں معاشرتی ذمہ داری کا احساس موجود ہے۔ **كَلَّا بَلْ لَّا تُكْرِمُوْنَ الْيَتِيْمَ** کے الفاظ میں ایک ادبی شدت اور عتاب پایا جاتا ہے۔ یہاں **اکرام** کا لفظ محض مالی معاملات سے آگے عزت و تکریم کے جذبے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یتیم پر سختی نہ کرنے کی تاکید کی گئی۔ معاشی توازن کا ضامن یتیم کے مال کی حفاظت میں شامل ہے۔ یتیم کے مال کی حفاظت معاشی استحصال کے خلاف ایک مضبوط دفاعی نظام قائم کرتی ہے۔ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے۔

فَاَمَّا الْيَتِيْمَ فَلَا تَقْهَرْ۝51 پس کسی یتیم پر سختی نہ کیجیے۔

سورۃ الضحیٰ کی آیت میں نفسیاتی تحفظ کا پہلو موجود ہے۔ یہ آیت قہر سے ممانعت کی تلقین کرتی ہیں۔ **فَلَا تَقْهَرْ** میں انتہائی جامعیت پائی جاتی ہے۔ "قہر" کا لفظ ہر قسم کی جسمانی، مالی اور نفسیاتی سختی کو شامل ہے۔ یہ نرمی کی انتہائی شکل ہے جو یتیم کے مکمل تحفظ کی ضمانت دیتی ہے اور یہ تحفظ نفسیاتی تحفظ کا علمبردار ہے۔ یتیم پر قہر کی ممانعت اس کے نفسیاتی تحفظ کو یقینی بناتی ہے۔

قرآن حکیم کی یہ آیات در حقیقت رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کا وہ شاہکار ہیں جو معاشرے کے سب سے کمزور فرد کے حقوق کی حفاظت کے لیے نرمی کی انتہا اور سختی کی آخری حد تک جاتے ہیں۔ یہ رشد وہدایت کا وہ روشن پیغام ہے جو ہر زمانے کے معاشرے کے لیے مشعل راہ ہے۔

وقتِ تبلیغ نرمی:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو دعوت و تبلیغ کے حوالے سے انتہائی شاندار ادبی پیرائے میں پیش کیا گیا ہے، جو تربیت امت کے لیے رشد وہدایت کے روشن پہلوؤں سے آراستہ ہے۔ سُورۃ طٰہٰ میں تبلیغ کے اُصول بتائے کہ نرم گفتگو بھی ایک ذریعہ ہوتی ہے جس سے دوسرا فوراً متاثر ہو جاتا ہے شائد نرمی اور محبت سے بات کرنے کی بدولت اللہ کے غضب سے ڈرتے ہوئے وہ فوراً نصیحت حاصل کر لے اور اسلام قبل کر لے

CC BY

فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿52﴾

اور گفتگو کریں اس کے ساتھ نرم انداز سے۔شاید کہ وہ نصیحت قبول کرے یا(میرے غضب سے)ڈرنے لگے

سورۃ طٰہٰ کی آیت میں قولِ لین کا ادبی حسن واضح انداز سے بیان کیا گیا ہے۔قَوْلًا لَّيِّنًا کے الفاظ میں ایک نرم و گداز کیفیت پائی جاتی ہے۔یہ محض نرم گفتاری نہیں بلکہ دل میں اتر جانے والی بات کا استعارہ ہے۔ **لین** کے معنی ہیں ملائم یا نرم جو کلام میں شیرینی اور دل نشینی پیدا کرتا ہے۔ان آیات میں نفسیاتی نفاذ کا اصول بیان کیا گیا ہے۔نرم گفتاری میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ دلوں میں اتر جاتی ہے اور مخالف کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ **لَّعَلَّهٗ يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى** کے الفاظ اس نفسیاتی اثر کی نشاندہی کرتے ہیں۔اسی طرح گفتگو میں حکمت بھی ہونی چاہیے جیسا کہ اللہ کریم فرماتے ہیں۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿53﴾

(اے محبوب!) بلائیے (لوگوں کو) اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت سے اور عمدہ نصیحت سے۔اور ان سے بحث (ومناظرہ) اس انداز سے کیجیے جو بڑا پسندیدہ (اور شائستہ) ہو۔بیشک آپ کا رب خوب جانتا ہے اسے جو بھٹک گیا اسکے راستے سے۔اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت پانے والوں کو۔

سورۃ النحل کی آیت میں دعوت کے تین مراحل کو انتہائی حکیمانہ ترتیب دی گئی ہے۔ **بِالْحِكْمَةِ** یہ عقل ومنطق کی سطح ہے۔ **وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ** یہ دل وجذبات کی سطح ہے۔ **وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ** یہ بحث ومباحثہ کی سطح ہے۔تبلیغ کا احسن طریقہ اور انتہائی نرمی کا معیار **بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ** کے الفاظ میں موجود ہے عربی زبان کے ان الفاظ میں صیغہ تفضیل کا استعمال نرمی کے اعلیٰ ترین معیار کو ظاہر کرتا ہے۔یہ محض اچھا طریقہ نہیں بلکہ بہترین طریقہ ہے۔متعلقہ آیت میں ترتیبی مراحل کا نظام موجود ہے۔حکمت، موعظت اور جدل کے تین مراحل در حقیقت تربیت کا ایک مکمل نظام ہیں جو ہر قسم کے مخاطب کو شامل کرتے ہیں۔آیت میں عملی اخلاق کی تشکیل کو پیش کیا جا رہا ہے۔ **اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ** کا اصول در حقیقت عملی اخلاق کی تشکیل کرتا ہے جو بدی کو نیکی سے ختم کرنے کا حکم دیتا ہے۔برائی سختی کے لیے ہے اور نیکی نرمی کے حوالے سے ہے۔اللہ کریم فرماتے ہیں کہ یہ دونوں آپس میں ایک جیسے نہیں بلکہ مختلف ہے۔برائی کو ختم کرنے کے لیے بہتر سے بہتر نیکی (نرمی) کو اختیار کرو جس سے متاثر ہو کر وہ ہدایت حاصل کر لے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ

وَلَا تَسْتَوِي الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ۭ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ﴿﴾ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا ۚ وَمَا يُلَقّٰىهَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِيْمٍ ﴿54﴾

نہیں یکساں ہوتی نیکی اور برائی۔برائی کا تدارک اس (نیکی) سے کرو جو بہتر ہے پس ناگہاں وہ شخص، تیرے درمیان اور اس کے درمیان عداوت ہے، یوں بن جائیگا گویا تمہاری جانی دوست ہے۔اور نہیں توفیق دی جاتی ان (خصائلِ حمیدہ) کی بجزان کے جو صبر کرتے ہیں اور نہیں توفیق دی جاتی ان کی مگر بڑے خوش نصیب کو۔

سورۃ حٰم السجدہ کی آیات میں **صَبَرُوْا** اور **حَظٍّ عَظِيْمٍ** کے الفاظ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہیں کہ نرمی ایک آزمائش ہے اور اس پر صبر کرنے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں۔متعلقہ آیات میں دشمنی سے دوستی میں تبدیلی کرنا واضح رشد وہدایت کے نمایاں پہلو ہیں جیسا کہ **كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ** کا بیان اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ نرمی دشمنی کو دوستی میں بدلنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتی ہے۔جو صبر کرتے ہوئے برائی کے بدلے نیکی کرتے ہیں اللہ نے اِن کو خوش نصیب کہا ہے۔قرآن حکیم کی یہ آیات در حقیقت رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی کے اظہار کا وہ شاہکار ہیں جو دعوت و تبلیغ کے میدان میں رشد وہدایت کی کامل تصویر پیش کرتی ہیں۔یہ نرمی نہ تو کمزوری ہے اور نہ ہی مصالحت، بلکہ یہ ایک حکیمانہ اور مؤثر طریقہ کار ہے جو دلوں کو فتح کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتا ہے۔

کسی انسان کو ناحق قتل کرنا اور جان بچانا:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کو انسانی جان کی حفاظت کے حوالے سے انتہائی شاندار ادبی پیرائے میں پیش کیا گیا ہے، جو انسانی حقوق کے تحفظ کے رشد وہدایت کے تابناک پہلوؤں سے آراستہ ہے۔قرآن پاک میں واضح ارشاد ہے کہ کسی عام انسان کو ناحق قتل کرنا ساری انسانیت کو قتل کرنے کے مترادف ہے اسی طرح کسی انسان کی جان بچانا بھی ساری انسانیت کی جان بچانے کے مترادف ہے اس میں اللہ کی طرف سے تمام مومنوں کو واضح رہنمائی دی جا رہی ہے۔اسی طرح جنگ اور قتال کے دوران بھی حکم ہے کہ کسی عورت، بچے کو قتل نہ کرو۔درختوں کو نہ کاٹو

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۃ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا ۭوَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا ۭ وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ﴿55﴾

اسی وجہ سے (حکم) لکھ دیا ہم نے بنی اسرائیل پر کہ جس نے قتل کیا کسی انسان کو سوائے قصاص کے اور زمین میں فساد برپا کرنے کے تو گویا اس نے قتل کر دیا تمام انسانوں کو۔اور جس نے بچا لیا کسی جان کو تو گویا بچا لیا اس نے تمام لوگوں کو۔اور بیشک آئے ان کے پاس ہمارے رسول روشن دلیلوں کے ساتھ پھر بھی بہت سے لوگ ان میں اس کے بعد بھی زمین میں زیادتیاں کرنے والے ہیں۔

سورۃ المائدہ کی آیت میں **فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعًا** کے استعارے میں ایک عظیم الشان ادبی بلاغت پائی جاتی ہے۔یہ محض مبالغہ نہیں بلکہ انسانی مساوات کے عالمگیر تصور کی عکاسی ہے۔ایک انسان کا قتل پوری انسانیت کا قتل ہے کیونکہ ہر انسان انسانی برادری کا ایک لازمی حصہ ہے۔ **وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَآ اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعًا** کے فقرے میں زندگی کے تحفظ کو اتنی ہی اہمیت دی گئی ہے جتنی زندگی کے خاتمے کو مذمت۔یہاں **احیاء** کا لفظ محض جسمانی زندگی تک محدود نہیں بلکہ روحانی، معاشی اور سماجی زندگی کے تمام پہلوؤں کو شامل ہے۔متعلقہ آیت میں رشد وہدایت کے نمایاں پہلو موجود ہے۔یہ آیات انسانی جان کی تقدیس کے اس اسلامی تصور کی ترجمان ہیں جو ہر انسان کو اللہ کی خاص مخلوق قرار دیتا ہے۔ایک انسان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دینا در حقیقت اجتماعی ذمہ داری کے احساس کو ابھارتا ہے۔

وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا﴿56﴾اور نہ قتل کرو اس نفس کو جس کو قتل کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے مگر حق کے ساتھ اور جو قتل کیا جائے ناحق تو ہم نے مقتول کے وارث کو (قصاص کے مطالبہ کا) حق دیدیا ہے پس اسے چاہیے کہ قتل میں اسراف نہ کرے۔ضرور اس کی مدد کی جائے گی

اِلَّا بِالْحَقِّ کے مختصر مگر جامع فقرے میں شرعی حدود کی واضح نشاندہی کی گئی ہے۔یہ اسلام کے متوازن نظام کی عکاسی کرتا ہے جہاں نرمی اور سختی کے درمیان واضح حد فاصل قائم ہے۔سورۃ الاسراء کی آیت میں **فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ** کے الفاظ انتہائی حکیمانہ ہیں۔یہ اس بات کی نشاندہی کرتے ہیں کہ اسلام انتقامی کارروائیوں کے بجائے منظم انصاف کا قائل ہے۔رشد وہدایت کے نمایاں پہلو میں قصاص کے حق کے ساتھ ہی اسراف سے منع کرنا اسلام کے متوازن نظامِ عدل کی عکاسی کرتا ہے۔احیاء کا لفظ ہر اس عمل کو شامل ہے جو انسانی زندگی کو بہتر بناتا ہو، خواہ وہ تعلیم ہو، علاج ہو یا معاشی استحکام۔ **سُلْطٰنًا** کا لفظ قانونی اختیار کی نشاندہی کرتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ اسلام میں انفرادی انتقام کے بجائے منظم قانونی نظام موجود ہے۔قرآن حکیم کی یہ آیات در حقیقت رسول اللہ ﷺ کے لیے نرمی اور سختی کے اظہار کا وہ شاہکار ہیں جو انسانی جان کے تحفظ کے حوالے سے رشد وہدایت کی کامل تصویر پیش کرتی ہیں۔یہ نرمی کا وہ اعلیٰ معیار ہے جو ہر انسان کی زندگی کو مقدس سمجھتی ہے، اور سختی کا وہ درجہ ہے جو ظلم و زیادتی کے خلاف آخری حد تک کھڑا ہوتا ہے۔

حوالہ جات

1القرآن،التوبۃ۹:۱۲۸

2 سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی ، علامہ سید محمد اشرفی جیلانی اور علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ، تفسیر سورۃ التوبہ آیت نمبر 128، ناشر ضیاء القرآن پبلیکیشنز۔ لاہور

3 تفسیر اشرفی، ج4، ص443

4پیر کرم شاہ الازہری ، تفسیر ضیاء القرآن، تفسیر سورۃ التوبہ ، آیت 128، ضیا ء القرآن پبلشرز ، لاہور

5ضیاء القرآن، ج4، ص467

6القرآن،التوبة 9:73
7جامع البیان، ج14، ص419
8القرآن، الانبیاء ۲۱:۱۰۷
9المفردات في غریب القرآن، راغب اصفہانی، ص186
10پیر کرم شاہ الازہری ، تفسیر ضیاء القرآن، تفسیر سورۃ الانبیاء، آیت 128، ضیا ء القرآن پبلشرز ، لاہور
11تفسیر مظہر القرآن، شاہ محمد مظہر اللہ دہلوی، تفسیر سورۃ الانبیاء، آیت 128،
12تفسیر ضیاء القرآن، پیر کرم شاہ الازہری، ج4، ص467-470
13المستدرک للحاکم، ج2، ص600
14روح المعانی:۱/۷۸۷،سورۃالبقرۃ،آیت:۸۳
15تفسیر ابن کثیر، ج1، ص111
16تفسیر ابن کثیر، ج1، ص111
17المفردات، راغب اصفہانی، ص186
18مسلم، ج4، ص1803
19جامع البیان، ج14، ص419
20القرآن،آلِ عمران، 159 :3
21القرآن، آل عمران۳:۱۴۱
22القرآن، الفرقان، ۲۵:۱
23القرآن، سبأ، ۳۴: ۲۸
24القرآن، الفتح ۴۸:۲۹
25ازالۃ الخفاء : ۴۲: ج : ۱
26الجامع لأحکام القرآن، ج16، ص297
27القرآن، المائدہ 5:56
28القرآن، الانفال، ۷۔۸:۸
29القرآن، المُجادلۃ، 22-19 :58
30القرآن، المائدہ 5: 99-98
31القرآن، الانفال، 63-8:61
32القرآن، المائدہ 5: 34-33
33القرآن، محمد، 35:47
34القرآن، التحریم، 9:66
35القرآن، التوبۃ، ۹:۲۳
36القرآن۔ الممتحنہ 4:60
37القرآن، الحجرات، 9:49
38القرآن، النساء ۴:۶۴
39القرآن، الاعراف ۷:۱۵۷
40القرآن، الحشر، 7:59
41القرآن، المائدہ، ۵:۲
42القرآن، الحجرات، ۴۹:۱۰
43القرآن، الأسراء، ۱۷:۲۳
44القرآن، الأسراء، ۱۷:۲۴
45القرآن، الأسراء، ۱۷:۳۱
46 القرآن، الانعام، ۶:۱۵۱
47القرآن، التغابن، ۶۴:۱۴
48 القرآن، الانعام، ۶:۱۵۲
49القرآن، الاسراء، ۱۷:۳۴
50القرآن، الفجر، ۱۶۔۱۷: ۸۹
51القرآن، الضّٰحی، ۹۳:۹
52القرآن، طٰہٰ ، ۲۰:۴۴
53القرآن، النحل، ۱۴:۱۲۵
54القرآن، فصلت / حٰم السجدہ 35-41:34
55القرآن، المائدہ، ۵:۳۲
56القرآن، الأسراء، ۱۷:۳۳